www.naqshbandiaowaisiah.com

ماھنامہ

المرشد

الله
محمد رسول

مارچ
2005ء

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

بلاسود بینکاری کا اجرا...... کافرانہ معاشی نظام سے نجات کیطرف اہم قدم

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مارچ 2005ء محرم / صفر ۱۴۲۶ھ

جلد نمبر 26 ✱ شمارہ نمبر 7

مدیر

چودھری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر : ضمیر حیدر

سرکولیشن منیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹرڈ ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1-(اداریہ)	محمد اسلم	03
2-اقوال شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	04
3-اے کشمیر بتا تو کیا ہے	سیماب اویسی	06
4-شیخ المکرم سے ایک نشست	ضمیر حیدر	08
5-برکات سے کیا مراد ہے؟	امیر محمد اکرم اعوان	09
6-قانون فطرت	انجینئر عبدالرزاق اویسی	14
7-ربوبیت پر یقین میں کمزوری		
انسان کے بھٹکنے کا سب سے بڑا سبب ہے	امیر محمد اکرم اعوان	15
8-دین کے مقابلے میں رواجات	امیر محمد اکرم اعوان	22
9-سوال وجواب	امیر محمد اکرم اعوان	30
10-ہم کہاں کھڑے ہیں!	اُم فاران	41
11-خیمہ بستی سے اسلامی بینکاری تک	محمد اسلم	44
12-جہان کربلا	سیماب اویسی	46
13-کربلا کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	47
14-من مانی	ضمیر حیدر	55

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365

ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد۔فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

ریاست مدینہ کے بعد دنیا کے نقشہ پر اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی مملکت خداداد پاکستان کا اصل مسئلہ ہی نفاذ اسلام بن گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ابھی تک یہ جاننے میں ناکام ہیں کہ ''نفاذ اسلام'' سے مراد کیا ہے۔

اسلام چند عبادات یا کچھ رسومات پر مشتمل مذہب نہیں ہے! یہ دین کامل ہے جو زندگی کے ہر گوشے سے متعلق راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلامی احکام پر عمل نہ صرف یہ کہ انسان کی اُخروی فلاح کا ضامن ہے بلکہ دنیاوی زندگی کی تمام تر کامیابی بھی قرآنی احکامات کی مرہونِ منت ہے' نیز اسلام کی تعلیمات میں اتنا حُسن' اعتدال اور توازن ہے کہ انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پاکستان میں بلاسود بینکاری کا آغاز اور عوام میں اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اس کی زندہ مثال ہے۔ لوگوں کی ''بلاسود بینکاری'' میں دلچسپی اور کشش کا یہ عالم ہے کہ آج ہر بینک بلاسود بینکاری کا کاؤنٹر کھولنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بہت دیر بعد ہی مگر بلاسود بینکاری نفاذ اسلام کی طرف پہلا قدم ہے اور عوام کی اس نظام میں گہری دلچسپی اس بات کا اعلان ہے کہ اب انشاءاللہ اس ملک میں سودی معیشت کے دن گنے جا چکے اور اسلامی معیشت کی منزل قریب ہے۔

ایک عجیب تر بات یہ ہے کہ ''بلاسود بینکاری'' کا آغاز ایک تاریخ ساز فیصلہ ہے اور یہ سعادت موجودہ حکومت کے حصے میں آئی مگر نہ تو موجودہ حکومت نے اس کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی اور نہ کسی اور جماعت نے' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف اور صرف اُن مخلص مسلمانوں کی کوششوں کا نتیجہ اور دعاؤں کا ثمر ہے جو ☐ لالچ یا شہرت کی بجائے صرف اور صرف نفاذ اسلام کے خواہاں ہیں۔

ایسے ہی مخلصین نے کچھ عرصہ قبل چکوال کے نواح میں ''خیمہ بستی'' سجائی تھی اور عین جمہوری انداز میں حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ ہم مسلمان ہیں' یہ ملک اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے لہٰذا اس ملک پر اسلام نافذ کیا جائے۔ خیمہ بستی کے مکینوں کے پاس جذباتی نعروں اور کھوکھلے دعووں کی بجائے ''نفاذ اسلام'' کا مکمل' مربوط اور ٹھوس لائحہ عمل تھا اس لئے حکومت کو اُن کی بات پر غور کرنا پڑا۔ خیمہ بستی کے مکینوں نے ''بلاسود معیشت'' کا مکمل نقشہ بھی حکومت کے سامنے رکھا اور ارباب اختیار کو اِن کے قابل عمل اور نتیجہ خیز ہونے کا اعتراف کرنا پڑا۔ حکومت نے اُس وقت اس کو لاگو کرنے کا وعدہ کیا' اللہ نے انہیں اس کی توفیق دی اور آج پاکستان کے مسلمان بلاسود بینکاری کی برکات اور فوائد سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کار خیر میں شریک سب لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

اقوالِ شیخ

ہر بُرائی ایک ظلم ہے۔لیکن اس سے بڑی بُرائی اس سے بڑے ظلم کا کوئی تصور نہیں کہ کوئی اللہ پر جھوٹ باندھے' گناہ کوثواب کہے'بُرائی کو بھلائی کہے یا نیکی کو چھوڑ دے'اللہ کے بغیر کسی کو معبود مانے یا کوئی غلط کام کرے اور اس کے بھلا ہونے کا یااس کے اچھا ہونے کا اعلان کرے۔

المرشد. فروری 1989ء صفحہ 37

یہ مشاہدہ جو صوفیاء کو اللہ اللہ کرنے سے یا قلب کی صفائی سے یا انوارات سے نصیب ہوتا ہے' عندالموت سب کو نصیب ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ موت اس قدر شدید کیفیت ہوتی ہے کہ جو باقی ہر طرف سے انسان کی توجہ کو منقطع کر دیتی ہے اور بندہ پوری طرح ایک طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس لئے اس پر موت کے وقت انکشاف ہو جاتا ہے۔

المرشد. فروری 1989ء صفحہ 37

یہ قاعدہ ہے کہ وہ شخص کسی محفل میں جائے جس سے کسی دوسرے کے متاثر ہونے کی امید ہے کہ کم ازکم انہیں تبلیغ کرنے کی استعداد رکھتا ہو اور جس نے جا کر خود اثر قبول کر لینا ہے اس کے لئے کسی بری مجلس میں جانا حرام ہے ہر شخص کی اپنی ایک حالت اپنی ایک خاصیت ہے جس نے جا کر خود اس رنگ میں رنگا جانا ہے اس کے لئے جائز نہیں۔البتہ اس شخص کے لئے جانا واجب ہو جاتا ہے جس کے جانے سے اس محفل کا رنگ بدل جائے۔

المرشد. فروری 1989ء صفحہ 38

کونے میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنا کوئی کمال نہیں ہے' البتہ پیرس کے ''ہالی ڈے ان'' میں رہ کر باجماعت نماز پڑھنا مسلمان کی نشانی ہے۔

المرشد. مارچ 1989ء صفحہ 23

ہدایت اللہ کے پاس ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ انسان اپنے اس تعلق کو جو اس کے دل کا ہے اس کے باطن کا ہے اللہ کیساتھ درست کرے بنیادی بات یہ ہے کہ اپنے دل میں اللہ کی طلب پیدا کرے اللہ کے قرب کی طلب پیدا کرے اللہ کی رضا کی طلب پیدا کرے۔ پھر اس سے آگے اس کو سنبھالنا اس کا اہتمام کرنا اس کے لئے دنیا اس کے لئے آخرت اس کیلئے زمین اس کے لئے آسمان ساری چیزوں کو مسخر کرنا فرماتے ہیں یہ میرا کام ہے۔ اُسے ولی یا مرشد مہیا کرنا کسی ولی سے اسے فیض کا نصیب ہونا کسی مرشد سے رہنمائی کا نصیب ہونا فرمایا یہ سب کچھ بھی میرا کام ہے۔ اگر میں نہیں چاہتا اگر میرے ساتھ اس کا تعلق درست نہیں ہے تو نہ کوئی ولی اس کے کام آتا ہے نہ کوئی مرشد اس کی رہنمائی کرتا ہے نہ کوئی اسے فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ کسی سے وہ فیض لے سکتا ہے نہ اس کی کوئی بات سیدھی پڑتی ہے اور اگر میرے ساتھ اس کا معاملہ درست ہو جائے تو سلطنتیں بادشاہتیں حکومتیں مٹ جاتی ہیں زمانے بدل جاتے ہیں میری ذات ابدی ہے' دائمی ہے جو میری ذات میں فنا ہوتے ہیں وہ بھی دوام پا جاتے ہیں ان کی عظمتیں دوام پا جاتی ہیں اس کی برکتیں دوام پا جاتی ہیں۔

المرشد۔ فروری 1989ء صفحہ 29

مومن کی زندگی میں اور غیر مومن کے جینے میں یہی فرق ہے کہ مومن جو کرتا ہے وہ آخرت کے لئے کرتا ہے اور کافر جو کرتا ہے وہ دنیا کے لئے کرتا ہے۔

المرشد۔ مارچ 1989ء صفحہ 27

آج جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مذہب کی طرف لوگوں کا رجحان کم ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مذہب حقہ کی طرف لوگوں کا رجحان کم ہے اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ لوگ بالکل ہی مذہب چھوڑ چکے ہیں یعنی لوگ روایات میں' رسومات میں' خرافات میں الجھ کر انہی حکایات' انہی خرافات کو مذہب سمجھ لیتے ہیں اور حقائق کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں۔

المرشد۔ مارچ 1989ء صفحہ 26

www.naqshbandiaowaisiah.com

اے کشمیر بتا تو کیا ہے

اے کشمیر بتا تو کیا ہے

تو وطن ہے جنس ہے کہ زینہ ہے
تو محبت ہے عشق ہے خزینہ ہے
تیری مٹی میں فسوں تیرے پھولوں میں جنوں
عزم تیرے کوہ میں حُسن میں تجھ کو کہوں
تیری ندیوں میں ترنم گیت آبشاروں میں
عجب مستی ہے جھیلوں میں غضب ہے مرغزاروں میں

مگر یہ بھی حقیقت ہے

کہ جس نے جنس جانا ہے اسی نے تجھ کو بیچا ہے
تجھے انگریز نے بیچا بہت معمولی قیمت پر
مہاراجوں کی زنجیریں لگا دیں تیری چوکھٹ پر
مگر افسوس اس پر بھی مظالم بس نہیں ہوتے
تیرے حاکم نے تجھ کو پھر سے بیچا ہے
کسی ظالم کے دستِ استبداد میں دیگر
کہ تب سے آج تک تیری رگ جاں سے
جگر سے دامن دل سے کہ داماں سے
تیری رگ رگ سے خون بہتا ہے
نہ جانے کتنے دکھ ہیں جو تو سہتا ہے
مگر یہ تو بتا کہ تو کیا جنس ہے جسکو

سر بازار بیچا جارہا ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کسی نے تجھ کو زینہ ہے بنایا
تیرے سر پہ ہے قدموں کو سجایا
تیرے نعرے لگاتا ہے تیرے جھنڈے دکھاتا ہے
کس آسرے پہنچ جاتا ہے وہ ایوانوں میں مسند پر

تیرے ان چاہنے والوں میں کتنے نام آتے ہیں
جو ایوانِ سیاست میں تجھے اپنا بتاتے ہیں
بہت سے نیک بھی اس میں ہیں دنیا دار شامل ہیں
بہت ایسے ہیں جو جگ میں بڑے رتبوں کے حامل ہیں

مگر یہ بھی حقیقت ہے

کہ ان سب کا تو زینہ ہے

ہیں دنیا میں بہت ایسے انوکھا کام کرتے ہیں
تیرے دامن میں وہ بھی ہیں جو جیتے ہیں یا مرتے ہیں
کبھی گولی گزرتی ہے جو ان کے چھید کر دل کو
زمین پر تیرا نقشہ ان کے خون سے بنتا جاتا ہے

اسی رستے پہ وہ پھر آنے والوں کو بلاتا ہے
بہت سی عزتیں لٹ کر بھی تیرے کام آتی ہیں
کہ غیرت اور حمیت کو مسلماں کی جگاتی ہیں
کئی ننھے گلابوں نے بھری ہے خاک دامن میں

کئی کلیاں کٹے غنچے ہیں خاک آلود دامن میں
نہیں کتبہ کوئی بھی ان شہیدوں کے مزاروں پر
مگر حوریں اترتی ہیں شہیدوں کے اشاروں پر
بہت ایسے ہیں جو اب تک لئے ہیں سر ہتھیلی پر

نچھاور کر رہے پھول پر گل پر چنبیلی پر
انہیں کا وطن ہے تو سر زمین ہے جانِ جہاں ہے تو

مگر تو خود بھی تو یہ کہہ دے کہ اس سب میں کہاں ہے تو

فقیر سیماب اویسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

شیخ المکرّم سے ایک نشست

6 فروری کو دارالعرفان منارہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مسلسل بارش اور شدید سردی کے باوجود احباب کی کثیر تعداد ماہانہ اجتماع میں شریک تھی۔ خطاب اور دیگر معاملات سے فراغت کے بعد شیخ المکرّم دفتر میں تشریف فرما ہوئے۔ نفیس اور پُرآسائش دفتر بنیاد پرست شخص کی جدت پسندی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ وسیع میز پر اُس دن کی ڈاک پڑی تھی اور ملاقات کے خواہش مند سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ اخبارات کے سرسری جائزے کے دوران شیخ المکرّم مغموم نظر آئے۔ گویا ہوئے تو عقدہ کھلا کہ ''یکجہتی کشمیر'' اور ''جشن بسنت'' کے انوکھے امتزاج نے آپ کو افسردہ کر دیا ہے۔

کاغذ قلم ہاتھ میں تھا۔ نام لے کر مخاطب فرمایا ''کیا لکھ رہے ہو''؟ دھڑکتے دل کے ساتھ عرض کی۔ ''حضور! جو کچھ سُن رہا ہوں''۔ فرمایا ''لکھو_____58 سالہ ملکی تاریخ میں کشمیر اور اسلام کو ہر آنے والے نے حصولِ اقتدار کے لئے بطور زینہ استعمال کیا ہے۔ درمیان میں صرف بھٹو صاحب نے روٹی' کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر ہلکا سا وقفہ دیا''۔ ذرا سے توقف کے ساتھ سلسلہ کلام جاری رکھا۔ ''اگر اسلام آ جائے اور کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے تو غریب آدمی کے لئے سود مند ہے لیکن غریب کا بھلا اس ملک میں کون چاہتا ہے!''

میں ہمہ تن گوش تھا۔ شیخ المکرّم ٹھہرے ٹھہرے مگر افسردہ لہجے میں فرما رہے تھے ''آدمی دوسرے بھائی کے کام تب آ سکتا ہے جب خود کو سنبھال لے۔ جب ہم اپنے ملک کو نہیں سنبھال سکتے' کشمیریوں کی کیا مدد کریں گے! افغانستان تباہ ہوا' عراق تباہ ہوا' دوسرے اسلامی ممالک کو دھمکیاں مل رہی ہیں مگر ہم کسی کے کیا کام آئیں گے! بسنت پر عیاشی کے لئے انڈیا سے شرابیں منگوائی گئیں۔ اگر ایک بسنت کے دن کا حساب لگایا جائے تو جو کچھ خرچ ہوا اس کو دوسرے انداز میں صحیح جگہ پر خرچ کیا جاتا تو ملک میں کوئی بھوکا نہ رہتا۔ محض نعروں اور جلوسوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہم بحیثیت قوم احساس سے محروم ہو چکے ہیں' جلوس نکال لیں گے تو کیا ہوگا؟ دنیا کی تاریخ میں جن قوموں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی انہوں نے سب سے پہلے اپنے آپ کو مضبوط کیا۔ اچھا کیا یا بُرا مگر خود کو مضبوط کرنے کے بعد۔''

آپ خاموش ہوئے۔ وقفہ پاتے ہی دل کا سوال لبوں پر آ گیا۔ ''حضور! بلوچستان کی موجودہ صورت حال؟''۔ فرمایا 800 مفرور اس وقت وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں موجود ہیں۔ اتنے اہم اور حساس شہر کا یہ حال ہے تو باقی ملک کا عالم کیا ہوگا! تم صرف بلوچستان کی بات کرتے ہو' پورے ملک میں کہیں بھی امن نہیں ہے''۔

وسیع دفتر ملاقات کے لئے حاضر ہونے والوں سے تقریباً بھر چکا تھا۔ حضرت جی دوسری جانب متوجہ ہوئے اور میں سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ محرم راز نے بتایا تھا کہ ''سر جھکا کر بیٹھ جانے والوں کو اللہ کی رحمت سے بہت کچھ عطا ہو جاتا ہے''۔ ☆☆☆

☆............ضمیر حیدر

www.naqshbandiaowaisiah.com

برکات سے کیا مراد ہے؟

علم ذاکرین کے لئے حقیقی طور پر مفید ہوتا ہے اور علم سے مستفید ہونے کے لئے ذاکر ہونا ایک ضرورت ہے اور ذاکر نہ ہو تو جس طرح باقی علوم ہیں کہ کوئی کمپیوٹر کا علم سیکھتا ہے روزی کماتا ہے اور کوئی موٹر مکینک بنتا ہے روزی کماتا ہے کوئی لکھنا پڑھنا جانتا ہے یعنی جتنے بھی علوم ہم حاصل کرتے ہیں تو اُن کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے لئے وہ ذریعہ روزگار بن جاتے ہیں اُسی طرح دینی علم بھی بجائے قربِ الٰہی کی کیفیات کا سبب بننے کے اگر تزکیہ نصیب نہ ہو یا اللہ اللہ نصیب نہ ہو تو باقی فنون کی طرح یہ ایک فن بن جاتا ہے ذریعہ معاش کا۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 04-11-11

الحمد للّٰہ رب العلمین o
والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمدٍ
والہٖ واصحابہٖ اجمعین o
اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم o
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم o
وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعلمین o
اللھم سبحٰنک لاعلملنا الا ما علمتنا
انک انت العلیم الحکیم o
مولایا صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک من زانت بہ العصرٗ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں ﷺ میں نے غالباً کل بھی عرض کیا تھا کہ الفاظ جب صفت بن کر کسی موصوف کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں تو اُس موصوف کی ذات کے اعتبار سے اُن کے معنی بدلتے رہتے ہیں اب ارشاد باری ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ اب تمام جہانوں میں ستارے بھی ہیں سیارے بھی ہیں آسمان بھی ہیں زمینیں بھی ہیں حیوانات بھی ہیں پرندے بھی ہیں آبی جانور ہیں انسان ہیں پھر انسانوں میں کافر بھی ہیں ظالم بھی ہیں ہر طرح کی مخلوق ہر جگہ موجود ہے اور کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ اس فضا میں کتنی مخلوق موجود ہے خود اپنے وجود کے اندر کتنے جراثیم موجود ہیں کھربوں کی تعداد میں کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ جہانوں کے اندر کتنے جہان آباد ہیں لیکن جب ''عالمین'' کا لفظ آتا ہے تو سب کو محیط ہوتا ہے۔ اب یہ جو افراد ہیں انہیں جو نعمت ملتی ہے اُن کی حیثیت کے مطابق وہ بھی رحمت ہے۔ آپ جانوروں کو لے لیں اُن میں حیات ہے محسوسات ہیں وہ کبھی خوش ہوتے ہیں کبھی رنجیدہ ہوتے ہیں اُن میں بھی دکھ بھی ہیں اور خوشی بھی ہے۔ تو جو جو کیف انہیں زندگی کی صورت میں راحت کی صورت میں ملتا ہے اب اُن کی استعداد اتنی ہے کہ انہوں نے رحمت الٰہی سے اتنا حصہ پا لیا اور اللہ اور مخلوق کے درمیان سبب ہیں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس طرح انسانوں میں کافر ہے ظالم ہے جابر ہے لیکن اُس کے پاس حیات ہے وہ اللہ کی رحمت ہے اُس کے پاس صحت ہے وہ اللہ کی رحمت ہے اُس کے پاس بے شمار خوشی کے لمحات ہیں پھر جیسا جیسا فرد ہوگا ویسے ویسے مفہوم بدلتا جائے گا لفظ وہی ہے۔ اب وہی جب رحمت کا اطلاق مومن پہ ہوگا تو اُس کے معنی اور وسیع ہو جائیں گے کہ جان مال صحت کے ساتھ نورِ ایمان بھی نصیب ہے۔ ایک جاہل کی نسبت عالم پر اُس کا اطلاق ہوگا تو اُس کا مفہوم بدل جائے گا کہ اُسے علم بھی حاصل ہے کسی متقی پر ہوگا تو اور مفہوم وسیع ہو جائے گا کہ اُسے جان مال آبرو صحت مال ساری کائنات میں وہ جہاں تک بھی ہیں اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے اُسے جو نعمت بھی مل رہی ہے۔ خواہ وہ اُس کا شکر ادا کرتا ہے نہیں کرتا' اُسے احساس ہے یا نہیں' اُس نعمت کے اُس تک پہنچنے کا سبب ہیں محمد رسول اللہ ﷺ ۔ اللہ رب العٰلمین ہے اور اللہ کی اپنی ایک ذات

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے علاوہ باقی ساری مخلوق عالمین میں آ جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ اللہ کی مخلوق ہیں لیکن سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں گویا ایک انفرادی شخصیت ہے جو مخلوق ہونے کے باوجود مخلوق سے بالاتر اور خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہے جو مخلوق ہے لیکن جس کی مثال نہیں جو مخلوق ہے لیکن جس جیسا کوئی دوسرا نہیں جو مخلوق ہے لیکن ساری مخلوق سے افضل ہے اور ساری مخلوق کو جو نعمتیں مل رہی ہیں جو آج تک ملی ہیں جو آئندہ ملیں گی اُس کا سبب ہیں نبی رحمت صلی اللہ وسلم۔

اب یہ جو رحمتیں ملتی ہیں انہی کو برکات نبوت ﷺ کہا جاتا ہے۔ بعض الفاظ اگرچہ اُن کے معانی اور مفاہیم وسیع ہوتے ہیں لیکن کسی خاص کام کے لئے انہیں ایک خاص کام پر وہ مقرر ہو جاتے ہیں جب بھی وہ لفظ بولو تو وہی بات ذہن میں آ جاتی ہے لفظی معنی اگرچہ اُس لفظ کے اور بھی ہو سکتے ہیں تو جب ''برکات'' کا لفظ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو اُس سے مراد ہوتی ہیں وہ خاص کیفیات جو آقائے نامدار ﷺ کے قلب اطہر سے مترشح ہو کر قلوب کو قربِ الٰہی کے کیف سے آشنا کرتی ہیں۔ برکت کا لفظ جب عموماً استعمال ہوتا ہے تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ تھوڑے وقت میں بہت زیادہ کام ہو گیا۔ تو کہا جاتا ہے کہ یہ وقت میں برکت ہو گئی۔ اب تھوڑا کھانا ہے بہت سے لوگوں نے کھا لیا تو کہا جائے گا کہ کھانے میں برکت ہو گئی ہے دس آدمیوں کا کھانا تھا پچاس نے کھا لیا۔ کسی کام کے لئے ہم محنت تھوڑی کرتے ہیں اُس پر اجر بہت زیادہ من جانب اللہ آ جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت اللہ کی طرف سے ہو گئی ہے۔ لیکن جب یہ برکت کا لفظ نبی کریم ﷺ کی ذات کی طرف منسوب ہو گا تو اُس سے مراد وہ کیفیات لی جاتی ہیں جو قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نصیب ہوئیں۔

جب برکات کا لفظ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو اُس سے مراد ہوتی ہیں۔ وہ خاص کیفیات جو آقائے نامدار ﷺ کے قلب اطہر سے مترشح ہو کر قلوب کو قرب الٰہی کے کیف سے آشنا کرتی ہیں۔

تو دین دو چیزوں سے عبارت ہے تعلیمات نبوت اور برکات نبوت۔ یتلوا علیھم ایتہ دعوت الی اللہ ہے ویزکیھم. اُن کا تزکیہ فرماتے ہیں انہیں پاک کرتے ہیں۔ یہ تزکیہ یا پاکیزگی جو ہے حضور اکرم ﷺ کیسے کرتے ہیں؟ جاننے والے کی کیسے ہوتی ہے؟ یہ ایک شعبہ ہے دین کا جو مقدم ہے تعلیم کتاب وحکمت پر جب یہ نصیب ہوتا ہے تو فرمایا یعلمھم الکتب والحکمۃ. پھر انہیں کتاب اور کتاب کی تفصیلات تشریحات معانی مفہوم جسے حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو یہ جو تزکیے کا عمل ہے یہ برکاتِ صحبت سے ہوا۔ اب ایک شخص ساری عمر اللہ سے ناآشنا تھا اُس کی زندگی بدویت میں بسر ہو رہی تھی اور ایک حد تک ایک طریقے سے انسانی جو ہیں اقدار اُن سے بھی دور تھے لیکن اُس نے دعوت نبوی ﷺ پر لبیک کہا اور ایمان لایا اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے آیا۔ آپ ﷺ کی نگاہِ اطہر اُس کے وجود پر پڑی یا اُس کی نگاہ میں حضور ﷺ کا وجودِ عالی آیا تو اُس ایک نگاہ میں اتنی برکات منتقل ہوئیں کہ وہ صحابی ہو گیا۔ صحابی کا لفظی معنی تو صحبت یافتہ ہے لغوی اعتبار سے لیکن شرعی اعتبار سے صحابی کی اپنی ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں جس قدر پہلی امتوں میں اولیاء اللہ گزرے ہیں اور جو ہیں یا جو آئندہ آئیں گے سب کی ولایت کو اگر یکجا بھی کر دیا جائے تو صحابی کی گرد پا کو نہیں پہنچتی امانت میں دیانت میں ورع تقویٰ میں خلوص میں قربِ الٰہی کے منازل میں وہ اُس درجے پہ پہنچ جاتا ہے ایک نگاہ میں' یہ ہیں برکاتِ نبوت۔ اب برکات تو ایک نگاہ میں نصیب ہو گئیں انہیں قائم رکھنے اور ان میں مزید ترقی کے لئے تعلیمات نبوت ہیں۔ قرآن حکیم اصل سرچشمہ ہے تعلیمات نبوت کا۔ کائنات کو یا نسل انسانی کو قرآن حکیم محمد رسول اللہ ﷺ سے نصیب ہوا۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس بات کا گواہ بھی نہیں ہے کہ یہی آیت وحی میں اُتری تھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں نے بھی سُنی' ایسی بات نہیں ہے جو کچھ وحی میں نازل ہوا وہ صرف نبی کریم ﷺ تک پہنچا اور باقی انسانیت تک آپ ﷺ نے پہنچایا۔ آپ ﷺ سے صحابہ کرام نے سیکھا اُس کے مفاہیم سیکھے سوال جواب کر کے آیات کریمہ کو سمجھا پھر جو سمجھا اُس پر عمل کیا۔ نبی کریم ﷺ کے روبرو۔ آپ ﷺ نے اُن کے عمل کی تصدیق فرمائی اور یوں تفسیر یا حدیث یا قرآن کی تشریح یا اُس کے مفاہیم کا تعین سامنے آیا۔ اب آج کے دور میں بھی ایسے لوگ ہیں اور پہلے بھی ایسے رہے ہیں جنہوں نے قرآن حکیم کو عربی گرائمر یا صرف ونحو یا عربی منطق اور اُس کے مطابق مختلف معانی پہنانے کی کوشش کی اور مختلف قاعدے اور ضابطے لگائے لیکن بقا اُنہی معانی اور مفاہیم کے لئے ہے جو نبی کریم ﷺ نے بتائے۔ اس لئے کہ قران حکیم جس طرح قرآن کا سننا کسی دوسرے کے لئے ممکن نہ تھا اُسی طرح ازخود سمجھنا بھی ممکن نہیں یہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ ہے۔

لتبین للناس مانزل الیھم. کہ آپ ﷺ لوگوں پہ یہ بیان فرمائیں کہ جو کچھ نازل ہوا اُس کا مفہوم کیا ہے اُس سے مراد کیا ہے۔ لہذا قرآن حکیم کے وہی معنی معتبر ہوں گے جو نبی کریم ﷺ سے یا خلفاء راشدین سے یا صحابہ کرام سے ثابت ہیں اب برکات کا عالم یہ ہے کہ جو بھی صحبت عالی ﷺ میں پہنچا وہ صحابی ہو گیا۔ صحابی ہونا بجائے خود اتنا بڑا اعزاز ہے کہ کوئی غیر صحابی صحابی کی گرد کو نہیں پا سکتا۔ یہ برکات نبوت ﷺ جو صحبت سے حاصل ہوئیں یہ آگے بھی صحبت ہی سے منتقل ہوئیں کہ صحابہ کی صحبت میں جو پہنچا وہ تابعی ہوا اور اگر صحابہ کی صحبت نصیب نہیں ہوئی اور اُسے علم کے بیش بہا خزانے نصیب ہو گئے عمل کی توفیق نصیب ہوگئی ولی اللہ ہو گیا۔ بہت اللہ کا مقرب بندہ ہو گیا لیکن تابعی نہیں بن سکے گا تابعی تب ہی بنے گا

> **صحابی ہونا بجائے خود اتنا بڑا اعزاز ہے کہ کوئی غیر صحابی صحابی کی گرد کو نہیں پا سکتا۔**

جب صحابہ کی صحبت میں پہنچے گا جو برکات انعکاسی طور پر قلب اطہر ﷺ سے قلوب صحابہ میں منتقل ہوئیں وہ صحبت کے اثر سے ہی منتقل ہو کر اگلے کے قلوب میں جائیں گی۔ تو صحابہ میں بھی برکات کا یہ عالم رہا کہ جو بھی اُن کی صحبت میں ایمان لا کر پہنچا وہ تابعی ہو گیا تابعین میں بھی یہ قوت رہی۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم. او کماقال رسول اللہ. کہ سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر اُس کے ساتھ کے لوگوں کا پھر اُس کے ساتھ کا۔ یہ تین زمانے جو ہیں ان کے بہترین ہونے پر آپ ﷺ کی گواہی موجود ہے۔ صحابہ تابعین اور تبع تابعین ''خیر القرُون'' کے لوگ ہیں۔ اب تبع تابعین تک پہنچتے پہنچتے اب وہ قوت نہ رہی اب صحابہ کی صحبت میں بیٹھ کر کوئی صحابی نہیں بنا وہ قوت جو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں تھی ظاہر ہے اب صحابہ میں تو نہیں ہونی چاہئے لہذا جو اُن کی صحبتِ عالی میں پہنچا وہ تابعی بنا۔ تابعین میں اُس سے کم تر تبع تابعی بنے۔ تبع تابعین کے بعد اُس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے مسلسل صحبت اور مجاہدے کی ضرورت پڑی اور تب سے لیکر اب تک یہ جو سلاسل ولایت کا شجرہ پڑھا جاتا ہے یہ روایت حدیث کی طرح ہے جس طرح حدیث کی روایت ہوتی ہے کہ کسی نے کسی سے سُنی اُس نے کسی سے سُنی اُس نے کسی سے سُنی تا آنکہ وہ نبی کریم ﷺ تک پہنچی ہے۔ اس طرح سلاسل کا جو شجرہ ہوتا ہے وہ اُس کی حدیث کی روایت کی طرح اُس کی سند ہوتا ہے کہ کس نے کس کی صحبت سے برکات حاصل کیں اُس نے کس کی صحبت سے کیں اُس نے کس کی صحبت سے کیں حتیٰ کہ وہ سند آقا نامدار ﷺ تک پہنچتی ہے۔ تو جب لفظ برکت یا برکات کا رُخ بارگاہ نبوت ﷺ کی طرف ہوتا ہے تو برکات سے مراد وہ قلبی کیفیات ہوتی ہیں جو دین کا ایک حصہ ہیں نصف دین ہیں جیسے بلکہ علم سے مقدم ہیں۔

یُزکیھم ویعلمُھم الکتب والحکمتہ. ترتیب میں قرآن نے بھی تزکیہ کو

www.naqshbandiaowaisiah.com

مقدم رکھا ہے مقدم اس لئے رکھا ہے کہ اگر یہ برکات نصیب ہو جائیں تو حصولِ علم کے لئے شرح صدر بھی نصیب ہوتا ہے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق بھی ارزاں ہوتی ہے اور اگر برکات نصیب نہ ہوں تو ہم روزمرہ میں دیکھتے ہیں کہ لوگوں نے دین کا علم تو بہت زیادہ حاصل کیا لیکن بجائے عمل کے اکثریت وہ ہے جس کے لئے حصولِ دنیا کا ذریعہ دین بن گیا۔ دینی علم سیکھنے کے باوجود حاصل کرنے کے باوجود جو ایک بہت بڑی نعمت تھی اللہ تعالیٰ کی اور دنیا جو بالکل ایک حقیر چیز ہے تو ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ لوگ دین کا علم حاصل کر کے اُس علم کو حصول دنیا کے ذریعے کے طور پر استعمال کرتے ہیں اُس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اُن کے پاس معلومات تو ہیں لیکن وہ درد نہیں ہے جو اُن معلومات یا اُس علم کو دل میں جاگزیں کرتا ہے اور اُس پر توفیق عمل ارزاں کرتا ہے وہ درد جو ہے اُس کا نام ہے ''برکاتِ نبوت'' اور یہ اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے کہ کسی کو یہ نعمت عطا کر دے۔ وقت بدلتا رہتا ہے چونکہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ رب العلمین نے لیا۔ تو قرآن حکیم سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ جو الفاظ و حروف لکھے ہوئے ہیں ایک کتاب کی صورت میں صرف یہ الفاظ باقی رہیں گے بلکہ قرآن سے مراد یہ ہے کہ اس کے باقی رہنے سے اور اللہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ قرآن کو جاننے والے ماننے والے اُس پر عمل کرنے والے باقی رہیں گے یعنی قرآن اپنی عملی صورت میں باقی رہے گا اور اُس کی حفاظت کا ذمہ اللہ کریم نے لیا۔ تو نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہوگی؟ فرمایا۔ حتیٰ لا یقال اللہ اللہ۔ فرمایا جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ مفاہیم قرآن عمل بالقرآن برکاتِ نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام قیام قیامت تک رہیں گی کہ یہ کائنات کی رگِ حیات ہیں اور جب یہ منقطع ہو جائیں گی یا بالکل نہیں رہیں گی تو قیامت آ جائے گی چونکہ

> **جس طرح قرآن حکیم کا سننا کسی دوسرے کے لئے ممکن نہ تھا اُسی طرح از خود سمجھنا بھی ممکن نہیں یہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ ہے۔**

آپ ﷺ کے بعد کوئی نئی نبوت تو ہے نہیں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا قیامت آ جائے گی۔ اس سے پہلے فطرت کا طریقہ کار یہی رہا ہے کہ دنیا جب بھی نور نبوت یا تعلیمات نبوت سے خالی ہوتی تو نیا نبی مبعوث ہو جاتا۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بہت پھرے بہت تکلیفیں اٹھائیں حق کی تلاش میں حق کی جستجو میں اُن کی سوانح اگر پڑھی جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص حق کی تلاش میں ساری زندگی لگا دیتا ہے اور دنیا کا ہر دکھ سہہ جاتا ہے تو بحیرہ راہب کے پاس پہنچے بڑی تلاش و جستجو کے بعد بڑی لمبی کہانی ہے اُن کی تو وہ چونکہ بہت معروف آدمی تھا اُس عہد کے راہبوں میں، وہ سال میں ایک دن لوگوں کے سامنے آتا تھا اور باقی سارا سال اپنے خلوت کدے میں رہتا تھا۔ بہت بڑا عبادت خانہ بہت بڑا مرکز بہت بڑی مہمان سرائے، تعلیم و تعلم کا بہت نظام، عبادت کا ایک انتظام یہ سارا اُس کے نائبین اور اُس کے ماتحت لوگ جو کرتے تھے اور کسی ایک آدھ نائب کی اُس تک رسائی تھی اور وہ بھی جو دروازے پہ جا کے کھانا پانی دے آتا تھا یا دروازے پہ کوئی خادم رہتا تھا جو چیز ضرورت ہوتی طلب کر لیتے لیکن سال میں ایک دن وہ سامنے آتے تھے اور پورا سال اپنے خلوت کدے میں رہتے تھے۔ تو اُن کی مہمان سرائے میں رہے۔ حتیٰ کہ وہ دن آیا تو اُن سے جا کر انہوں نے سوال پوچھا کہ میں حق کی تلاش میں ہوں اور آپ بہت برگزیدہ اور بزرگ آدمی ہیں تو انہوں نے فرمایا دیکھو بھئی ہم تو خود تلاش میں ہیں لیکن میرے علم کے مطابق حق مُٹتا جا رہا ہے کسی کے پاس بچا نہیں تو اللہ اپنے آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمائے گا اور وہ بطحا میں مبعوث ہوگا تو تم اُس وادی کی طرف جاؤ اور اگر وہ مبعوث ہو اور تمہیں خبر ملے تو مجھے بھی خبر کرنا کہ میں بھی منتظر ہوں اُس کا کہ اللہ کا وہ نبی ﷺ مبعوث ہو اور ہمیں حق

www.naqshbandiaowaisiah.com

ملے ورنہ ہم تو محض دنیا سے جان چھپا کر بیٹھے ہیں ہمارے پاس بھی رسومات روایات پہنچی ہیں حق نہیں پہنچا۔ تو آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اس جستجو میں وہاں سے وادیِ بطحا کی طرف روانہ ہوئے۔ تو راستے میں ایک ویرانے میں انہیں ایک شخص ملا۔ بہت ضعیف العمر تھا کسی سے بات نہیں کرتا تھا دو چار بکریاں رکھی ہوئی تھیں اور ایک چشمہ تھا کچھ پھل وہاں ہو جاتے تھے اُن پھلوں پہ یا بکریوں کے دودھ پہ گزارا تھا اُس چشمے پہ پانی پیتا وضو غسل کرتا عبادت کرتا۔ تو کسی دن لوگ آتے تھے اُس کی زیارت کو' مشہور تھا اور آتے تھے اور آ کے چلے جاتے تھے اور دعائیں مانگتے تھے لیکن وہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہٗ نے وہاں ڈیڑھ لگا دیا تو کئی دن رہنے کے بعد بالآخر اُس نے پوچھا کہ بھئی! لوگ آتے ہیں چلے جاتے ہیں تم کیا مصیبت ہو کہ یہاں پڑ رہے ہو۔ تو اُس نے عرض کی کہ لوگ حضرت آتے ہیں اپنی دنیوی ضروریات کے لئے اور وہ اُس کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں تو میری کوئی دنیوی ضرورت نہیں ہے میں حق کا متلاشی ہوں اور میں بڑی تلاش اور بڑا سفر کرنے کے بعد اور بڑے دھکے کھانے کے بعد بحیرہ راہب تک پہنچا انہوں نے مجھے نشان دہی کی اور فرمایا کہ بطحا کی طرف جاؤ۔ اب اثنائے راہ میں آپ کی زیارت ہو گئی تو میں یہاں جم گیا کہ شاید آپ مزید میری کوئی رہنمائی فرمائیں گے انہوں نے کہا ٹھیک ہے تم یہاں رہو کچھ دن۔ ایک دن اُن سے فرمانے لگے کہ دیکھو میں آخری شخص ہوں جس کے پاس دینِ عیسوی اپنی صحیح حالت میں وہ عقیدے اور وہ اعمال جو عیسیٰ علیہ السلام نے تعلیم کئے تھے وہ میرے پاس ہیں لیکن میں اس لئے نہیں بولتا کہ لوگ اتنے دور جا چکے ہیں اور رسومات میں اتنے کھو چکے ہیں کہ اگر میں بات کروں تو مجھے قتل کر دیں گے یہ نہیں کہ کوئی میری بات مانے گا وہ میرے بھی درپے آزاد ہو جائیں گے۔ اس لئے میں نے آبادی سے علیحدگی اختیار کی اور زبان بند کر لی لیکن قانونِ فطرت ہے کہ اللہ کا بھیجا ہوا دین جب دنیا سے مٹ جاتا ہے تو نئی نبوت اُسی وقت ظہور پذیر ہو جاتی ہے اب میرا آخری وقت آ پہنچا ہے جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے اس چشمے سے غسل دینا اکیلے ہی جنازہ پڑھ لینا اور یہیں ایک قبر بنا کر اُس میں مجھے دفن کر دینا۔ یہ جو میرا مال ہے یا بکریاں ہیں چند ہیں یا جو میرے پاس کچھ چیز ہے کپڑا بستر وغیرہ یہ سب تمہارا ہے لیکن تم یہاں مجاور بن کے نہ پڑے رہنا چونکہ جب میری سانس ختم ہو گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ زمین سے دین کے جاننے والا آخری آدمی اٹھ گیا کوئی لمحہ خالی نہیں گزرے گا جب میری روح قبض ہو گی اُسی وقت نبی آخرالزماں ﷺ مبعوث ہو جائیں گے کہ کائنات دین سے خالی نہیں رہتی تو یہ میں تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ تم حق کے متلاشی ہو۔ میں نے اپنا دین تمہیں اس لئے نہیں سکھایا کہ میں خود چھپا کر بیٹھا ہوں تم سیکھ کر کیا کرو گے! اب میرا آخری وقت آ گیا ہے جب میری سانس بند ہو گی اُس وقت نزول وحی نبی آخر الزماں ﷺ پر شروع ہو جائے گا کائنات میں کوئی لمحہ معرفتِ الٰہی یا دین حق سے خالی نہیں رہے گا۔ تو تم مجھے دفن کر کے یہ سامان لے لینا اور بطحا کی طرف چل پڑنا۔ تو اُن کا آگے لمبا قصہ ہے پھر وہ آگے پھنس گئے یہودیوں کے ہتھے چڑھ کے کسی بدوں کے ہتھے چڑھے اُس نے بکریاں چھین لیں قیدی بنا لیا یہودیوں کے پاس بیچ دیا انہوں نے طرح طرح کی مصیبتیں تو آخری عمر میں بے پناہ مصیبتیں اٹھانے کے بعد بڑھاپے میں جا کر مدینہ منورہ پہنچے۔ بہرحال اپنی منزل کو پا لیا۔

لوگ بھی اس میں سلاسل میں آتے رہتے ہیں لیکن یہ سلسلہ برکات جو ہے جو طرح قرآن حکیم باقی رہے گا تعلیمات نبوت باقی رہیں گی برکات نبوت باقی رہیں گی اور جب ختم ہوں گی تو دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ تو سوال یہ تھا کہ برکت یا برکات سے کیا مراد ہے؟ تو برکت کا اطلاق اگر اشیاء یا وقت پر ہو گا تو یہ ہو گا کہ تھوڑے وقت میں بہت کام ہو گا۔ کسی چیز پر ہو گا تو اُس میں برکت یہ ہو گی کہ اب تھوڑی چیز تھی اُس سے فائدہ بہت زیادہ ہو گیا دس آدمیوں کا کھانا تھا پچاس نے کھا لیا۔ لیکن جب برکت یا برکات منسوب ہوں گی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف تو معنی خاص ہو جائیں

گے ''تزکیے'' کے۔
ویز کیھم ۔اور یہ جو اہل علم نے بہت سی توجیہات لکھی ہیں صوفیوں کی کہ صوفی صوف کے کپڑے پہنتے تھے انہیں اس لئے صوفی کہتے ہیں یا صفائے قلب سے مشتق ہے صفائے قلب کی کوشش کرتے انہیں صوفی کہتے ہیں۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ صرف اندازے ہیں۔ قرآن حکیم کا غیر ملکی زبانوں میں جو ترجمہ ہوا اُس میں پہلی پہلی زبان فارسی تھی جب فارس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور خسرو پرویز کی سلطنت زیر نگیں آئی تو پہلا پہلا ترجمہ فارسی میں ہوا اور فارس میں بڑے بڑے اہل علم اور محدثین اور بہت پائے کے محققین پیدا ہوئے تو میرا اندازہ یہ ہے کہ تزکیے کو تصوف میں اُس کا ترجمہ کر دیا گیا۔ تصوف کا ترجمہ بھی صفائی کرنا ہے اور تزکیہ جو ہے اُس کا مفہوم بھی عربی میں یہ ہے کہ چیز کو پاک کرنا اُس کی صفائی کرنا اُس سے میل کچیل نکال لینا۔ تو تصوف اگر تزکیے کا مفہوم سمجھا جائے تو پھر سارے اشکال ختم ہو جاتے ہیں اور بات صفا ہو جاتی ہے کہ یہ ایک طریقہ ہے برکات نبوت ﷺ کو حاصل کرنے کا۔ پھر قرآن حکیم نے جگہ جگہ ذکر کا حکم دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ذکر سکھایا۔ قرآن حکیم نے اس کی اہمیت اور افادیت اور عمل نبوت نے۔
مسجد نبوی ﷺ میں کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے دین کی باتیں ہو رہی تھیں۔ مطالعہ ہو رہا تھا سوال جواب ہو رہے تھے کچھ لوگ بیٹھے الگ سے ذکر اذکار میں مشغول تھے۔ نبی کریم ﷺ حجرہ مبارک سے مسجد نبوی ﷺ میں وارد ہوئے تو ارشاد ہوا۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم۔

آپ ﷺ اُن لوگوں میں جلوہ افروز ہو جایئے جو اللہ کو پکار رہے ہوں ذکر کر رہے ہو۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے اس میں کہ فرمایا مجھے جیسے لوگوں میں بیٹھنے کا حکم دیا اُس کا احسان ہے کہ ایسے لوگ بھی مہیا فرما دیے۔

تو اہل ذکر کو علمی بحث پر کیوں ترجیح دی گئی؟ اس لئے کہ علم ذاکرین کے لئے حقیقی طور پر مفید ہوتا ہے اور علم سے مستفید ہونے کے لئے ذاکر ہونا ایک ضرورت ہے اور ذاکر نہ ہو تو جس طرح باقی علوم ہیں کہ کوئی کمپیوٹر کا علم سیکھتا ہے روزی کماتا ہے اور کوئی موٹر مکینک بنتا ہے روزی کماتا ہے کوئی لکھنا پڑھنا جانتا ہے یعنی جتنے بھی علوم ہم حاصل کرتے ہیں تو اُن کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے لئے وہ ذریعہ روزگار بن جاتے ہیں اُسی طرح دینی علم بھی بجائے قرب الٰہی کی کیفیات کا سبب بننے کے اگر تزکیہ نصیب نہ ہو یا اللہ اللہ نصیب نہ ہو تو باقی فنون کی طرح یہ ایک فن بن جاتا ہے ذریعہ معاش کا۔

تو یہ جو کیفیات آئیں تو سینہ بسینہ آتی ہیں اور دلوں سے دلوں کو پہنچتی ہیں اور ان کا کوئی ذریعہ نہیں ہے یہ قلوب سے قلوب کو منعکس ہوتی ہیں اسے برکات نبوت کہا گیا ہے اللہ کریم نصیب فرمائے اور اس پہ زندہ رکھے اس پہ موت دے اور اپنے صالحین بندوں میں حشر کرے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

قانونِ فطرت

گر ہوائے نفس کا انسان ہو جائے شکار
تو ہوا کرتا ہے شیطاں اس کی نس نس پہ سوار
جب وفورِ معصیت سے دل پہ آ جائے غبار
تب زمینِ شورِ دل پہ جہل کے اُگتے ہیں خار

فائدہ جن سے اٹھائے یا ضرر کا ہو خطر
مختلف شکلوں میں ان کی پوجا کرتا ہے بشر
وہ سمند عقل دوڑا کے کرے رب کی تلاش
زعم باطل میں وہ کر لیتا ہے اُس کے بُت تراش

ایسے میں پھر رحمتِ حق تھام لیتی ہے اُسے
کہ پیغمبر بھیجتی ہے رہنمائی کے لئے
دُور کرنے کے لئے روح بشری تشنگی
ہے تقاضائے ربوبیت کہ ہوں نازل نبی

جو ڈرائیں اس کو عصیاں کے بُرے انجام سے
اور دیں آ کے بشارت بدلے نیک اعمال کے
ٹوٹ کے نورِ نبوت سب پہ برسے ہے مگر
وہ تہی دامن رہے گا ہو انانیت اگر
تھی بغاوت کی جنھوں نے اُن پہ یوں آیا عذاب
کہ ہوئے نابود جگ سے جیسے پانی سے حباب
ایسی قومیں ہو گئیں اک بھولی بسری داستاں
ہے اویسی ازل سے یہ سلسلہ یُوں ہی رواں
آپؐ کی ختم نبوت سے رُکا یہ سلسلہ
اب فریضہ چونکہ یہ خیر الامم کا ہو گیا

☆......انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ربوبیت پر یقین میں کمزوری

انسان کے بھٹکنے کا سب سے بڑا سبب ہے!

ہمارے رویے آج بھی موجودہ دور میں بھی کچھ ایسے ہوگئے ہیں کہ ہم روٹی کے ایک ٹکڑے کے پیچھے بھاگتے ہیں خواہ وہ کفرستان کی اتھاہ گہرائیوں میں نصیب ہو اور یہ بات اور یہ تصور ہمارے لئے ہمارے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے کہ کہیں جہاں چند نیک لوگ بستے ہوں کہیں جہاں اللہ کی یاد نصیب ہوتی ہو' کہیں جہاں نیک اعمال نصیب ہوتے ہوں کہیں جہاں قرآن و سنت کے مطابق زندگی کا کوئی لمحہ میسر آتا ہو وہاں پہنچا جائے۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 24-12-04

الحمد للّٰہ رب العٰلمین.

والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمدٍ

والہٖ واصحابہٖ اجمعین.

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیمo

امر حسبت ان اصحٰب الکھف والرقیم

کانوا من اٰیٰتنا عجباo اذ اوی الفتیۃُ الی

الکھف فقالوا ربّنا اٰتنا من لدُنک

رحمۃً وھیی لنا من امرنا رشداًo

فضربنا علیٰ اذانھم فی الکھفِ سنینَ

عدداً o ثُم بعثنٰھم لنعلم ای الحِزبینِ

احصیٰ لما یشوآ امداًo

نحنُ نقُصُ علیک نباھُم بالحق. انھُم

فتیۃٌ امنوا بربھم وزد نٰھم ھُدیًo

وربطنا علیٰ قلوبھم اِذقاموا فقالوا رُبنا

رب السموات والارض لن ندعوامن

دونہٖ الٰھاً لقد قلنا اذاً شططاً o

ھوا لا ء قومُنا اتخذوا من دونہٖ الھتۃً.

لولا یاتونَ علیھم بسُلطٰنٍ بینٍ.

فمن اظلمُ ممن افترٰی علی اللّٰہ کذباًo

واذ اعتزلتمو ھُم وما یَعبُدونَ الا اللّٰہ

فائوالی الکھف ینشرلکُم ربکُم من

رحمتِہٖ ویحھی لکُم من امرکُم مرفقاًo

وتری الشمس اذاطلعت تز ورُعن

کھفھم ذات الیمین واذا غربت تقر

ضُھم ذات الشمالِ وھُم فی فجوۃ

منہُo ذٰلِک من ایٰتِ اللّٰہ. من یھدِاللّٰہُ

فھوا المُھتدِ. ومن یضلل ملن تجدلہ'

ولیا 'مُرشداًo الکھف ۹ تا ۱۸

اللھُم سبحٰنک لاعلملنا الا ماعلمتنا

انک انت العلیم 'الحکیم

مولا یا صل وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک من ذانت بہٖ العُصُرُ

سورۃ کہف پندرہویں پارے میں ہے۔ اصحاب کہف کے بارے جو مختلف قصے مشہور تھے اور نزول قرآن کے وقت عرب کے اہل علم کے ہاں بھی مختلف روایات سے مختلف انداز میں بیان ہوتے تھے۔ رب جلیل نے اُس کی صحیح صورت حال تو ارشاد فرما ہی دی لیکن اُس میں بہت سی باتیں ایسی ارشاد فرمائیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کی ہدایت و راہنمائی کا سبب بن گئیں۔ قرآن بنیادی طور پر تاریخی کتاب نہیں ہے اور قرآن کو تاریخ بیان کرنے سے دلچسپی نہیں ہے اسی لئے آپ دیکھتے ہیں قرآن حکیم میں مختلف واقعات کے مختلف ٹکڑے مختلف موقعوں پر نظر آتے ہیں اگر قصہ گوئی مقصد ہوتا تو ایک قصہ سارے کا سارا یکجا بیان کر دیا جاتا لیکن مقصد نوع انسانی کی راہنمائی ہے۔ جس واقعہ کے جس حصے سے جس جگہ بات کرتے ہوئے مثال دی جا سکتی ہے قرآن کریم وہاں اس واقعہ کو بیان فرماتا ہے اُس واقعہ کے اُس حصے کو ارشاد فرماتا ہے لیکن یہ حق ہے کہ قرآن حق ہے اور تاریخ لوگوں کی باتوں سے بنتی ہے تاریخ کے بارے علماء کا ارشاد ہے یدون من افواہ الناس. تاریخ کی تدوین لوگوں کی باتوں سے ہوتی ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہ اُس وقت کے لوگ کیا کہتے ہیں لوگوں کی باتیں سُن کر مورخ لکھتا ہے اور قرآن حکیم وہ بات ہے جو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمائی اور اللہ کا ذاتی کلام ہے۔ تاریخ کی سند قرآن سے تلاش کی جاسکتی ہے لیکن جس واقعہ کو قرآن نے بیان فرمایا ہو اور تاریخ اُس سے اختلاف کرتی ہو تو تاریخ غلط ثابت ہوگی۔

فرمایا اے مخاطب! کیا تو یہ سمجھتا ہے کتنی واضح بات ہے اور سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ پہاڑی غار میں جانے والے لوگ میری نشانیوں میں سے ایک بہت عجیب نشانی تھے جو میں بندوں کو دکھاتا ہوں۔ عظمت الٰہی کے دلائل میں سے ایک بہت بڑی دلیل تھے۔

اذ اوی الفتیۃ الی الکھف۔ جب کہ کچھ نوجوانوں نے ایک غار میں پناہ لینا چاہی۔ قوم شرک میں مبتلا ہوگئی۔ حکمران سے لیکر عام آدمی تک کفروشرک کی دلدلوں میں پھنس گئے اور سرکاری طور پر وہ مذہب منوانے کی کوشش کی گئی تو کچھ نوجوانوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اس وقت ہماری یہ قوت نہیں ہے کہ ہم اس بُرائی کا مقابلہ کرسکیں لیکن اس میں شامل ہو جانا بھی بڑی بدنصیبی ہوگی اور شامل ہوئے بغیر چارہ بھی نہیں کہ بادشاہ کی طرف سے حکم دے دیا گیا کہ کوئی بھی جو اختلاف کرے اُسے قتل کر دیا جائے کسی کو اختلاف کی اجازت نہ ہو تو کیا کیا جائے۔ تو انہوں نے سوچا کہ ہم الگ ہو جاتے ہیں۔ معاشرے سے بُرائی سے بُرے لوگوں سے اور یہ ایک اصول ہے۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ جب دنیا سے بندہ جانے لگتا ہے تو ایسے لوگ جو معاشرے کے ساتھ مل کر برائیوں میں الجھ جاتے ہیں۔ معاشرے کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں اور نیکی پر قائم نہیں رہتے تو موت کے فرشتے اُن پہ سوال کرتے ہیں۔

کنتم۔ یہ تم کیا کرتے رہے ہو؟ آخر اللہ نے تمہیں زندگی دی تھی، عقل وخرد عطا کی تھی، نبی مبعوث فرمائے، کتاب نازل فرمائی تو فیما کنتم۔ تم نے عمر کہاں ضائع کر دی؟ کیا کرتے رہے ہو؟ تو مرنے والے کہتے ہیں۔ کُنا مستضعفین فی الارض۔ کہ ہم زمین پر کمزور قسم کے لوگ تھے ہماری اتنی طاقت نہیں تھی کہ ہم معاشرے کا مقابلہ کرتے تو جیسا معاشرہ تھا اُس میں ہم رنگے گئے اُس میں ڈھل گئے تو وہ فرشتے کہتے ہیں۔ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھا جروا فیھا۔ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی۔ تو تم نے بُرے معاشرے یا بُرے لوگوں کو چھوڑ کر نیکوں کا ساتھ اختیار کیوں نہیں کیا؟ تم اللہ کی زمین میں ہجرت کر جاتے۔ جن چیزوں کو تم چمٹے ہوئے تھے کہ وہاں تمہیں دولت مل رہی تھی یا وہاں تمہیں جسمانی آرام مل رہا تھا یا وہاں تمہیں طرح طرح کے لذیذ کھانے مل رہے تھے تو وہ ساری چیزیں تو آج رہ گئیں۔ دولت بھی دھری کی دھری رہ گئی آرام وآسائش بھی رہ گئی۔ دنیا ساری کی ساری رہ گئی آج تم چھوڑ کر جا رہے ہو تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس سے پہلے بُرائی سے بچنے کے لئے تم نے اس جگہ کو چھوڑ دیا ہوتا اور وہاں چلے جاتے جہاں تمہیں کچھ نیک لوگ کچھ اچھے لوگ مل جاتے اور تم اس عذاب سے بچ جاتے اور ہمیشہ کی تباہی سے بچ جاتے۔ یہ وہ مکالمہ ہے جو بُرائی کی نذر اور معاشرے کی برائیوں کی بھینٹ چڑھنے والوں کے اور فرشتے جو موت کے وقت حاضر ہوتے ہیں اُن کے درمیان ہوتا ہے۔

ہمارے رویے آج بھی موجودہ دور میں بھی کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ ہم روٹی کے ایک ٹکڑے کے پیچھے بھاگتے ہیں خواہ وہ کفرستان کی اتھاہ گہرائیوں میں نصیب ہو اور یہ بات اور یہ تصور ہمارے لئے ہمارے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے کہ کہیں جہاں چند نیک لوگ بستے ہوں کہیں جہاں اللہ کی یاد نصیب ہوتی ہو، کہیں جہاں نیک اعمال نصیب ہوتے ہوں کہیں جہاں قرآن وسنت کے مطابق زندگی کا کوئی لمحہ میسر آتا ہو وہاں پہنچا جائے۔ دنیوی زندگی تو فقر وغربت میں بھی کٹ جائے گی اور دولت مندی میں بھی کٹ جائے گی۔ اس پیٹ میں تو آپ اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں بھریں یا روکھی سوکھی بھر دیں۔ یہ مادی غذا صرف زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ہے اور اس غذا پر زندگی کو قربان کر دینا زندگی غذا کے پیچھے نچھاور کر دینا تو الٹا سودا ہے لیکن آج کے معاشرے میں آپ دیکھ لیجئے کہ جس طرف طاقت ہو اقتدار ہو جس طرف چند ٹکے ملنے کی اُمید ہو وہ معاشرہ کتنا بُرا ہو کیا خراب ہو......

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک چھوٹی سی مثال سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے ملک کے تقریباً سارے ہی لوگ جو یہاں رہتے ہیں وہ مغرب کو اور بالخصوص امریکہ کو بڑا ظالم بڑا بے حیا اور بے دین ملک سمجھتے ہیں لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ کس کو یہ بتا دیا جائے کہ میں تجھے امریکہ لے جاتا ہوں تو اپنے مکان بیچ کر بھی پیسے دینے پہ تیار ہو جاتا ہے اور اگر امریکہ والے کوئی پانچ دس لاکھ روپے قیمت رکھ کر ویزا کھول دیں کہ جو بھی اتنے پیسے جمع کرائے وہ آجائے تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں تو شاید ہی کوئی رہے سارے گھر بیچ کر بھی چلے جائیں گے! یہ سوچیں کیوں بدل گئی ہیں؟ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اور یہ کیسے عجیب لوگ تھے کہ پورا ملک پوری حکومت یا پوری قوم یکسو ہو گئی ایک طرف اور یہ کوئی عمر رسیدہ لوگ نہیں تھے کوئی بڑے تجربہ کار نہیں تھے نوجوان آدمی تھے قرآن حکیم فرماتا ہے اذاوی الفتیۃ۔ جب چند نوجوان، نوعمر نوخیز لڑکے تھے تو انہیں کیا ہوا کہ یہ اپنے بڑوں کے پیچھے بھی نہیں لگے آخر اُس قوم میں کچھ لوگ علما کے بھیس میں بھی ہوں گے دینی راہنما کے بھیس میں بھی ہوں گے اُن کے والدین بھی اُسطرف چلے گئے رشتہ دار بھی اُس طرف چلے گئے انہیں کیا مصیبت پڑی کہ چند نوجوان الگ ہو کر آبادی چھوڑ کر آرام و آسائش چھوڑ کر رشتے ناطے چھوڑ کر ایک ویرانے میں ایک غار میں جا گھسے بھلا غار میں زندگی کا کیا تصور ہے۔ ایک آدمی آبادی چھوڑ دے جنگل میں چلا جائے غار میں گھس جائے تو کیسے زندہ رہے گا جبکہ وہ جانتا ہے کہ واپس معاشرے سے بھی میں رابطہ نہیں کر سکتا۔ کہیں سے کوئی چیز خرید نہیں سکتا کھانے پینے کا اہتمام نہیں ہو سکتا تو اللہ کریم فرماتے ہیں یہ ایک عجیب بات ہے کیا عجیب لوگ تھے وہ اور کتنا کریم ہوں میں اس کا اندازہ کرو! جب وہ غار میں آئے تو انہوں نے میرے ساتھ بات کی۔ کہ اے اللہ ہم تو سب کچھ چھوڑ

> **رب وہ ہے جو ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر وقت ہر حال میں ہر جگہ پوری کر رہا ہو۔**

آئے ہیں سارے اسباب رہ گئے ہیں نہ کوئی کھانے کا اہتمام ہے نہ پینے کا نہ بستر کا ہے نہ چارپائی نہ کوئی آرام کی چیز نہ کوئی ہمارے علاوہ ہمارا دوست ہے نہ کوئی ہمارا بہتری چاہنے والا۔ دشمن ہی دشمن ہو گئی ساری دنیا۔ جب ہم نے تیرے لئے اور تیرے ساتھ دوسرے کو شریک نہ کرنے کی ٹھان لی تو سب ہمارے دشمن ہو گئے۔ پھر وہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار اتنا من لدنک رحمۃ۔ اب ہمارا رشتہ صرف تیرے ساتھ رہ گیا ہے۔ اب تو ہم پر اپنی رحمتیں نچھاور کر۔ بات اسباب سے آگے چلی گئی ہے وسائل سے آگے چلی گئی ہے ہمارے پاس کوئی سبب نہیں کوئی چیز نہیں ہے۔ فقالوا۔ تو کہنے لگے۔ ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشداً۔ اے اللہ جو ہماری عقل میں آئی ہم کر گزرے ہمارا علم ہماری عقل ہماری خرد اس بات تک پہنچتی تھی کہ ہمیں اس مشرکانہ معاشرے میں ضم نہیں ہونا اس سے الگ ہونا ہے اب اُس سے تو ہم کٹ گئے آگے کیسے وقت گزرے گا؟ کھائیں پئیں گے کہاں سے؟ آرام کہاں کریں گے؟ بیمار ہوئے تو علاج کیسے ہوگا؟ زندگی کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی؟ تو انہوں نے عرض کی بارالہا! اب یہ ساری باتیں تیری رحمت پہ منحصر ہیں تو چاہے تو سب کر سکتا ہے ہم سے کچھ نہیں ہوتا ہم سے یہ ہو سکتا تھا کہ تیرے دشمنوں اور تیرے نافرمانوں سے الگ ہو کر صرف تیری امید پر ہم اس غار میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اب ہمارے جو کچھ ہم کر چکے ہیں اس کو سنبھالنا۔ من امرنا رشداo جو ہم کر چکے ہیں اس کا سنبھالنا اور اس کا بہتر نتیجہ پیدا کرنا یہ تیرے دست قدرت میں ہے۔ تو چاہے تو ہمیں بھوک پیاس سے تڑپا کر مار دے تو چاہے تو ہمیں زندگی عطا کر دے تو چاہے تو ہمیں کھانے کے سامان عطا کر دے اور چاہے تو کھانے کے بغیر ہی شکم سیری اور قوت عطا فرما دے۔ تو جو چاہے کر سکتا ہے جو ہم کر چکے اس پر کسی نتیجے کا مرتب ہونا ضروری نہیں ہے۔ جو ہم نے کیا ہے اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ ہم بھوکے پیاسے مر جائیں گے اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ ہمیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

درندے چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ پچھلوں کو ہماری خبر ہو جائے تو وہ آ کر ہمیں یہاں تباہ و برباد کر دیں لیکن تو قادر ہے جو ہم نے کیا ہے اس پر بہترین نتائج مرتب کر سکتا ہے اس لئے اپنی رحمت فرما کرم فرما اور ہمارے اس اقدام کو بہتر نتیجہ عطا فرما۔

فضربنا علیٰ اذانِہم فی الکھف سنین عدداً. بڑی عجیب بات ہے نیند آتی ہے تو آنکھ بند ہو جاتی ہے اعضاء و جوارح کا ہوش نہیں رہتا۔ بدن کے بارے خبر نہیں رہتی اور آدمی دنیا و مافیہا سے بے سُدھ ہو کر پڑا رہتا ہے اور آنکھ کھلتی ہے تو نیند چلی جاتی ہے نیند جاتی ہے تو آنکھ کھل جاتی ہے اور ساری دنیا نیند کو آنکھ سے منسوب کرتی ہے لیکن قرآن حکیم نے اور رب جلیل نے ایک عجیب انداز میں فرمایا۔ فضربنا علیٰ اذانِہم. ہم نے اُن کے کانوں پر صدیوں کی نیند بھیج دی۔ سنین عدداً. کئی سالوں کی۔ یعنی نیند کا تعلق آنکھ سے نہیں نیند کا تعلق سماعت سے ہے اور آج صدیاں جھک مارنے کے بعد سائنس آج اس مقام پر پہنچی ہے کہ نیند آنکھ کا نہیں نیند کان کا فعل ہے۔ کسی جگہ ذرا سا شور ہو تو نیند نہیں آتی اور کوئی گہری نیند میں سویا ہوا ہو تو ایک آواز دو تو اٹھ کے بیٹھ جاتا ہے۔ آج کا سائنس دان یہ کہتا ہے کہ نیند کا تعلق سماعت سے ہے اگر سماعت میں شور نہ آئے سکون مل جائے تو نیند آ جاتی ہے اور جب شور سماعت میں آتا ہے تو نیند کھل جاتی ہے۔ قرآن اُس وقت بتا رہا ہے کہ فضربنا علیٰ اذانھم۔ ہم نے اُن کے کانوں پر کئی سالوں کی نیند مسلط کر دی۔ دنیا میں جو ہنگامے ہوتے رہے، جو طوفان چلتے رہے جو پہاڑ گرتے رہے جو زلزلے آتے رہے اُن کی سماعت کو اُس سارے شور سے ہم نے محفوظ کر دیا اور وہ سو گئے۔ اسے کلام الٰہی ثابت کرنے کے لئے اس کی ایسی ایک ایک آیت کافی ہے کہ ساری موجودہ اور جدید ترقیوں کے باوجود، صدیاں جھک مارنے کے بعد جہاں سائنس پہنچی وہ باتیں قرآن نے اپنے نزول کے وقت بتائی تھیں۔ فرمایا ہم نے اُن کے کانوں پر سالوں کی نیند مسلط کر دی۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ ہم نے اُس نیند سے اُن کو جگایا بھی صدیوں بعد سینکڑوں سالوں بعد۔

ثم بعثنٰھم. ہم نے پھر انہیں جگا کر اٹھا بٹھایا۔ اس لئے۔ لنعلم ای الحزبین احصیٰ لما لبثوا امداًo کہ پتہ چلے انہیں کہ اللہ قادر ہے اور انہوں نے سمجھا کہ ہم نے کچھ دیر نیند میں گزاری جبکہ دنیا پہ تو زمانے بیت گئے۔ تو کیسے ہوا؟ یہ سارا کچھ ہوا کیسے؟ اُن کی سوچ میں یہ تبدیلی کیسے آئی؟ اور اگر تبدیلی آئی تو اُس میں اتنی قوت کہاں سے آ گئی کہ اُن چند نوجوانوں کو پوری قوم سے الگ تھلگ لے جا کر ایک غار میں بٹھا دیا پھر اتنا اعتماد کہاں سے آ گیا کہ وہ اللہ کے اعتماد پہ بیٹھ گئے کہ کھانا پانی سونا جاگنا مرض دوا سب کچھ اللہ قادر ہے وہ مہیا کر دے گا۔ یہ کیسے کس طرح انہیں یقین آ گیا۔

نحنُ نقصُ علیک نباھُم بالحق. ہم آپ کو اُن کی بات پوری پوری حق و صداقت کے ساتھ بتاتے ہیں۔ حق بات یہ ہے۔

انھم فتیۃٌ امنو بربھم. یہ چند نوجوان تھے جو واقعی رب کو رب مانتے تھے۔ اللہ کو اللہ ماننا آسان ہے اور عقل کی مجبوری ہے کہ کسی نہ کسی درجے میں کسی نہ کسی نام سے اللہ کو مانتی ہے۔ جو لوگ بتوں کو پوجتے ہیں اُن کی بھی مجبوری ہے کہ انہیں بھی ایک سب سے بڑا بت ماننا پڑتا ہے یا ایک سب سے بڑی طاقت کوئی مہادیو کے نام سے مانے رام کے نام سے مانے بھگوان کے نام سے مانے انہیں ایک ایسی طاقت ماننا پڑتی ہے جو آخر سب پر قادر ہے اور جس کے اوپر کوئی نہیں جو سب کے بنانے والی ہے اور جس کو بنانے والا کوئی نہیں یہ عقل کی مجبوری ہے کہ کہیں سے بھی آئے جدھر سے بھی گھومے پھر انہیں ایک ہستی ماننا پڑتی ہے۔ عیسائیوں نے تین خدا مانے پھر تین کو ایک میں ضم کر دیا ایک کے تین مانے تثلیث کا عقیدہ ایجاد کیا۔ پھر تین کو ایک میں شامل کر دیا اسی طرح جو بالکل سرے سے باطل مذاہب ہیں بالآخر وہ بھی کسی ایسی ان دیکھی طاقت کو مانتے ہیں جو سب سے طاقتور ہو خواہ اُس کا کوئی نام رکھ لیں۔ لیکن عملاً اللہ کو رب ماننا یہ مشکل کام ہے۔ صفت ربوبیت اتنی وسیع ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ایک پوری اتنی بڑی کتاب لکھ دی جس میں کئی ''چیپٹر''

www.naqshbandiaowaisiah.com

(Chapter) صرف ربوبیت پر بحث کے ہیں اور اُس سارے کا خلاصہ یہ ہے کہ رب وہ ہے جو ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر وقت ہر حال میں ہر جگہ پوری کر رہا ہو۔ تو اللہ کو اللہ مان لینا آسان ہے لیکن اللہ کو رب مانتے وقت بندہ لرز جاتا ہے کہ اگر اللہ کے لئے یہ کام میں نے چھوڑ دیا تو کھاؤں گا کہاں سے؟ جیوں گا کیسے؟ میری حفاظت کون کرے گا؟ یہ جتنے مسائل زندگی کے ہمیں اللہ سے دور لے جاتے ہیں اُس کا بنیادی سبب یہ ہوتا ہے کہ اُس کی ربوبیت پہ اعتماد کم ہوتا ہے! ہم کہتے ہیں، رب مانتے ہیں لیکن جب رشوت لیتے ہیں تو رب اللہ کو مان رہے ہوتے نہیں!

''خُدام الدین'' لاہور سے آیا کرتا تھا شاید اب بھی ہوگا مولانا احمد علی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کے زمانے میں اُس میں اُن کی تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ تو ایک تقریر میں میں نے پڑھا فرما رہے تھے یہی جمعے کے خطاب اُس میں آ جاتے تھے اُس میں فرمانے لگے کہ ایک بندہ دکان پہ بیٹھا ہے آذان ہوئی نماز ہوئی تو نماز کا وقت بھی نکل گیا اور اُس نے دکان اس لئے نہیں چھوڑی کہ میں دکان بند کرتا ہوں تو گاہک واپس چلے جائیں گے بکری نہیں ہوگی کہاں سے کھائیں گے پیسہ کہاں سے آئے گا تو فرمانے لگے جب یہ عالم ہے تو پھر اللہ رب نہیں ہے اُس کا رب تو اُس کی دکان کو مان رکھا ہے اللہ کو اللہ تو مانتا ہے لیکن رب اپنی دکان کو مان رکھا ہے کہ میری ضرورتیں تو یہاں سے پوری ہوں گی۔

تو ہم اگر اپنی عملی زندگی میں دیکھیں تو بھٹکنے کا سبب جو ہے انسان کے بھٹکنے کا بڑا سبب جو ہے وہ ربوبیت پہ یقین میں کمزوری ہے۔ فرمایا لیکن وہ نوجوان جو تھے انہیں میری ربوبیت پہ بڑا امنو بربھم۔ انہیں میری ربوبیت پہ مکمل بھروسہ تھا۔ انہوں نے کہا سارا جہان چھوڑ دیں

حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اور حق فرماتے تھے کہ تصوف وسلوک کو ماننے کے لئے اللہ کو قادر ماننا پڑتا ہے اور یہ بڑا مشکل کام ہے۔

گے الگ ہو جائیں گے اور ہمارا پالنے والا ہمیں مرنے نہیں دے گا وہ ہمیں پالتا رہے گا اور جب اُن کا یہ یقین کامل تھا تو اُس پر میری رحمت نے اور زائد۔ وزدنھم ھدیٰ۔ ہم نے انہیں ہدایت میں اور آگے بڑھا دیا اُن کے یقین کو اور مضبوط کر دیا۔ جب انہوں نے یقین کر ہی لیا تو میری رحمت نے اُن کے اُس یقین کو اور مضبوطی عطا کر دی اور اُس میں زیادتی کر دی اور اُس میں پختگی کر دی۔ اب اس یقین کی اور ایمان کی پختگی کا نتیجہ یہ ہوا وربطنا علیٰ قلوبھم۔ ہمارا رابطہ اُن کے قلوب کے ساتھ ہو گیا اُن کے دل مہبط تجلیات الٰہی بن گئے۔ انوارات ذاتِ باری کا نزول اُن کے دلوں پر ہونے لگ گیا اب جب دل ہی اُدھر پھنس گیا پھر باقی بچا کیا! اُس کی وجہ اُن کا وہ یقین وایمان تھا۔ قرآن حکیم نے کثرت ذکر اور ذکر اسم ذات کی کثرت کا حکم دیا ہے۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً o اپنے پروردگار کے نام کو اتنی بار دہرا اتنی بار دہرا کہ تیرے نس نس میں صرف اللہ رہ جائے اور کوئی خیال بھی باقی نہ رہے۔ ''تبتل'' ہر چیز سے اس طرح کٹ جا کہ کٹ جانے کا حق ادا ہو جائے اس سے کیا ہوتا ہے؟ اس سے یہی رابطہ نصیب ہوتا ہے کہ جب بندہ اللہ اللہ کرتے کرتے کائنات سے کٹ جاتا ہے تو خالق کائنات کا اُس کے دل کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے اور یہی رابطہ پہلا سبق ہے سلوک اور تصوف کا۔ وربطنا علیٰ قلوبھم۔ اُن کے دلوں سے ہم نے رابطہ کر لیا۔

اِذقامو فقالوا ربنا رب السموت والارض۔ اور وہ میدان میں ڈٹ گئے انہوں نے کہا ہمارا پالنے والا تو وہ ہے جو ارض وسما کا بنانے اور پالنے اور قائم رکھنے والا ہے۔

لن ندعوا من دونِہٖ الٰھاً o ہم اُس کے بغیر کسی کو لائق عبادت نہیں مانتے۔ اُسکے برابر کسی کو نہیں جانتے اور اگر اپنی نادانی سے ہم بھی یہ کہہ دیں کہ کوئی اُس کے برابر ہے تو پھر یہ بکواس ہوگا۔ لقد قلنا اذاً شططاً o پھر یہ بڑی بے

وقوفی والی اور بڑی جھوٹی اور بڑی غلط بات ہوگی۔ اگر ہم بھی یہ کہہ دیں تو یہ جھوٹ ہوگا اس لئے کہ اُس کے برابر کوئی نہیں ہوا۔ قومُنا۔ یہ دیکھو کہ ہماری قوم کا حال دیکھو۔ اِتخذُوا مِن دُونِہٖ الِھتہ o انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر مختلف معبود بنا لیے ہیں۔

مولایاتونَ علیھم بسُلطنٍ بین o اور ان کے پاس اس بات پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ فمن اظلمُ ممن افترٰی علی اللّٰہ کذباً o اور اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ کوئی اللہ پر جھوٹ بولے۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ فرمایا کرتے تھے اور حق فرماتے تھے کہ تصوف وسلوک کو ماننے کے لئے اللہ کو قادر ماننا پڑتا ہے اور یہ بڑا مشکل کام ہے۔ کہتا تو ہر مسلمان ہے کہ ان اللّٰہ علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر. میرا ایمان ہے اللہ ہر چیز پہ قادر ہے لیکن عملاً اس پر عمل کوئی کوئی خوش نصیب کرتا ہے۔ عملاً ہمیں چند لقمے' تھوڑی سی سزا کا ڈر' کبھی لالچ' کبھی خوف اس بات سے بھٹکا کر لے جاتا ہے۔ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ لوگ سفارش کے لئے آجاتے ہیں کہ جی فلاں کام ہے جی فلاں مقدمہ ہے جی فلاں آپ کو جاننے والا ہے اُس سے سفارش کر دیں اگر انہیں کوئی چھٹی وغیرہ دے دی جائے۔ خواہ مخواہ ایک چٹ لکھ کر دے دو اُس کا کوئی مقصد نہ ہو تو مطمئن ہو جاتے ہیں جی سفارش کر دی اگر کہہ دیا جائے کہ تم بھی دعا کرو میں بھی تمہارے لئے اللہ کریم سے دعا کرتا ہوں تو پھر وہ ناراض ہو جاتا ہے اور باہر جا کر کہتا ہے ہمیں ٹرخا دیا۔ جی ہماری بات ہی نہیں سُنی۔ یہ واقعہ ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ کام وہی ہوتا ہے جو اللہ کرتا ہے اور سب سے بڑی سفارش اُسی کی ذات ہے اور جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے لوگ نہ چاہنے کے باوجود وہی کرتے ہیں جو وہ چاہتا ہے۔ عدالت کا قلم ہو یا حکمران کا حکم جہاں وہ روک دے ہر چیز رُک جاتی ہے پر کسی کو اُس پر اعتماد بھی ہو۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ ہم مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے اور موروثی طور پر ایک تصور تو مل گیا۔ الحمدللہ یہ بھی قبول ہو جائے تو نجات کے لئے یہ نقل بھی کافی ہے لیکن حق یہ ہے کہ ساری کائنات ایک طرف ہو جائے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی جرات نہ ہو اور یہ تب ممکن ہے جب اُس پر بھروسہ ہو کہ میرا رب وہ ہے میری بھلائی یا میرے لئے صحت یا سلامتی یا بیماری یا خرابی جو کچھ بھی ہے وہ اُس کے دست قدرت میں ہے مجھے باقی رکھنا ہے یا میری موت آنی ہے یہ اُس کے دست قدرت میں ہے وہ باقی رکھنا چاہتا ہے تو کوئی مار نہیں سکتا اور اُس کی طرف سے موت آجائے تو کوئی روک نہیں سکتا اور یہ یقین کی یہ عظمت تب نصیب ہوتی ہے جب قلب کو رابطہ بالحق نصیب ہو۔

بعض اوقات ہوتا یہ ہے عجیب بات ہے کہ ہم کسی روشنی کے ساتھ چلتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں یہ روشنی میری ہے میں روشن ہوں لیکن جب الگ ہونا پڑتا ہے تو سمجھ آجاتی ہے کہ روشنیاں تو گم ہوگئیں میں تو تاریک ہی تھا اور تاریک ہی ہوں۔ ساتھ چلنے صرف ساتھ چلنے سے بات نہیں بنتی۔ بات تب بنتی ہے کہ وہ بات نہاں خانہ دل میں اُتر جائے۔ بندہ اُس میں ضم ہو جائے اُس کا حصہ بن جائے۔ لوہے کو آگ میں ڈالیں تو نکالیں تو لوہا نظر نہ آئے آگ ہی نظر آئے اور جب وہ اصل لوہے کے رنگ پہ لوٹتا ہے تو ٹھنڈا ہو جاتا ہے جب لوہا نظر آتا ہے تو اُس میں تو کچھ نہیں ہوتا۔ تب تک ہی اُس میں ہوتا ہے جب تک وہ آگ میں فنا رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انانیت کہیں بھی ہے مانع فیض ہے فنائیت جہاں بھی نصیب ہوگئی حصول برکات کا سبب بن گئی۔ قصہ لمبا ہے اور وقت مختصر لیکن ہمارے مقصد کی بہت سی باتیں اس میں آگئیں اللہ قادر ہے اُس کی خاطر ساری کائنات چھوڑنا پڑے تو چھوڑی جا سکتی ہے اور وہ سنبھالتا ہے اپنے بندے کو ضائع نہیں کرتا۔ اُس کی ربوبیت پہ اعتماد ہو تو توفیق عمل بھی ہو جاتی ہے اور اُس پر بھروسہ قائم ہو جائے تو وہ خود بڑھ کر تھام لیتا ہے اور اپنی تجلیات کا مہبط قلوب کو بنا دیتا ہے لیکن یہ ساری بات تب حاصل ہوتی ہے جب اُس کی رضا مقصود ہو۔ اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں اپنا بندہ بننے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للّٰہ
رب العٰلمین

☆☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

دین کے مقابلے میں رواجات

تو دنیا میں انسان اپنی بڑائی منوانے کے لئے نہیں آیا بلکہ بڑائی اللہ کو زیبا ہے اور دین وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا شریعت بڑی واضح ہے اور شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنا جینا مرنا ہر کام حتیٰ کہ فرمایا والدین کا بہت احترام ہے لیکن خلاف شریعت اگر حکم دیں گے تو نہیں مانا جائے گا۔ شریعت کا حکم مانا جائے گا اور یہ عملی زندگی کے تقاضے ہیں جو قرآن کریم نے ایک ایک کر کے اپنے سپاروں میں بکھیر دیے ہیں اور زندگی کے ہر معاملے کا جواب قرآن حکیم میں موجود ہے۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 17-12-04

الحمد للّٰہ رب العلمین.

والصلوۃ والسلام علی محمدٍ والہٖ واصحابہ اجمعین.

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم o

ووصینا الانسان بوالدیہ. حملتہُ امہٗ وھناً علی وھن وفصٰلہٗ فی عامین ان اشکُرلی ولوالدیک الی المصیر o وان جاھدک علی ان تشرک بی مالیس لک بہٖ علمٌ فلا تُطعھما وصاحبُھما فی الدنیا معروفاً واتبع سبیل من اناب الیّ ثُم الیّ مرجعکُم فانبئکُم بما کنتم تعملُون o

اللّٰھم سبحٰنک لاعلملنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم.

مولایا صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک من ذانت بہِ العُصُر

قرآن حکیم میں سورۃ لقمان اکیسویں پارے میں ان آیات مبارکہ میں والدین کے اولاد پر حقوق کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا ووصینا الانسان لوالدیہِ. ہم نے انسان کو ماں باپ کے متعلق بہت تاکید کی ہے والدین کے بارے بہت تاکید کی ہے اس لئے۔ حملتہُ امہٗ وھناً علیٰ وھنٍ وفصلہٗ فی عامین. کہ اُس کی ماں نے اُس کے لئے بہت دکھ اٹھائے ہیں اور اُس نے دو سال تک ماں کا دودھ پیا ہے لہٰذا انسان کو چاہئے ان اشکُر لی ولوالدیک. کہ وہ میرا شکر ادا کرے اور اپنے والدین کا ہمیشہ شکر گزار رہے۔ الی المصیر۔ اس لئے کہ انجام کار اُسے میری ہی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے والدین کا بہت زیادہ حق رکھا گیا ہے، شریعت میں۔ آپ اس بات سے اندازہ کیجئے کہ میدان بدر میں جو سب سے بڑا معرکہ حق و باطل تھا جو پہلا بھی تھا اور دنیا میں انسانی تاریخ میں ایک بے مثال معرکہ تھا جس میں بات افرادی قوت کی نہیں تھی بات ذرائع اور اسباب ہتھیاروں کی نہیں تھی بلکہ ساری کی ساری بات حق اور باطل کی تھی ایک طرف حق تھا دوسری طرف باطل تھا اگرچہ حق کے ساتھ تین سو تیرہ افراد تھے جن میں کچھ بزرگ اور بوڑھے تھے کچھ نوعمر اور بچے تھے اُن کے پاس کھانے کو پورا راشن نہیں تھا اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا سواریاں نہیں تھیں اسباب نہیں تھے لیکن اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ اُن کے ساتھ تھے دوسری طرف باطل تھا اور مکہ کے چُنے ہوئے شاہسوار اور چُنے ہوئے جنگ باز اور تلوار کے دھنی لوگ تھے ایک

> اللہ کے حکم کے خلاف والدین کی بات مت مانو۔ لیکن انہیں جھڑکو نہیں اُن کی بے عزتی نہ کرو اُن سے ترش رُوئی سے پیش نہ آؤ۔ بات مت مانو، بات اللہ کی مانو لیکن رویہ اُن کے ساتھ مناسب رکھو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہزار کی تعداد میں تھے وافر راشن بھی تھا سواریاں بھی تھیں گھوڑے بھی تھے اسلحہ بھی تھا تو وسائل اور دنیوی اسباب کے اعتبار سے برتری اُس طرف تھی لیکن حق اس طرف تھا۔ اُس زمانے میں جب فوجیں آمنے سامنے ہوتیں تو طریقہ جنگ یہ تھا کہ پہلے مبارزت طلب کی جاتی ایک فوج سے کچھ ایک یا دو یا زیادہ تین یا چار لوگ نکلتے اور مقابل فوج کو کہتے کہ ہمارے مقابلے کے لئے اپنے جانبازوں کو بھیجو۔ پہلے اُن جانبازوں کا مقابلہ ہوتا اُس کے بعد پھر عام جنگ ہوتی۔ مکہ والوں نے اپنے تین جانباز نکالے اور للکار کر کہا کہ آپ ﷺ بھی اپنی طرف سے اپنے جانباز بھیجیں۔ انصار مدینہ میں سے تین لوگوں نے اجازت چاہی نبی کریم ﷺ سے' اُس پر مکہ والوں نے کہا کہ انصار مدینہ ہمارے مقابلے کے لوگ نہیں ہیں ہمارے مقابلے میں اُن لوگوں کو نکالا جائے جو مکہ سے ہجرت کر کے گئے ہیں۔ اہل مکہ اپنے آپ کو بہت دوسروں کی نسبت زیادہ معزز اور معتبر سمجھتے تھے۔ تو ایک شخص نے جس کا والد دوسری طرف مبارزت کے لئے نکلا ہوا تھا وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھا مسلمان تھا اُس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجیے اپنے والد سے میں مقابلہ کروں گا۔ اب دیکھیں کتنا انتہائی نازک مقام ہے۔ حق و باطل کا معرکہ ہے ایک طرف اللہ کا رسول ﷺ ہے دوسری طرف باطل تو نیں ہیں اور اُس کا والد میدانِ کارزار میں حق کے خلاف شمشیر بکف ہے۔ اس پر بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تمہارا والد ہے وہ تمہارے دنیا میں آنے کا سبب بنا ہے تم اُس کے دنیا سے جانے کا سبب نہ بنو۔ آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی۔ دوسرے اکابر صحابہ نکلے اور مقابلہ ہوا یعنی انتہائی حالات میں بھی والد کا احترام اور لحاظ رکھنے کی تاکید فرمائی نبی کریم ﷺ نے۔

اس طرح والدہ کا بھی حق ہے۔ ہمارے

> پھر ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے شخص کو پیر بنایا جائے جس کے پیچھے چل کر اتباع نبوت اتباع رسالت اور اللہ کی اطاعت نصیب ہو۔ پیر کا یہ منصب نہیں ہے کہ اُس نے تعویز دے دیا تو اولاد ہو گئی اُس نے تعویز دے دیا تو ملازمت مل گئی ہماری دنیاوی مصیبتیں ٹل گئیں یہ سب اللہ کا اپنا کام ہے

ہاں ایک عجیب رواج ہے کہ ہم رسومات کے قیدی ہو گئے ہیں اور دینی احکام کو ہم نے پسِ پشت ڈال دیا ہے اتنی تاکید کرنے کے بعد پھر فرمایا ایک بات کا فیصلہ ہو جائے۔

وان جاھدک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علمٌ فلا تطعھما۔ اگر والدین بھی ماں اور باپ دونوں بھی۔ جاھدک۔ دونوں تیرے ساتھ اپنا پورا زور لگائیں اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کر لے یا دین حق کی پیروی چھوڑ دے یا اللہ کا حکم ماننا چھوڑ دے فرمایا۔ فلا تطعھما۔ پھر اُن کی بات مت مانو لیکن تاکید یہ کی کہ تم وہ بات مت مانو اللہ کا شکر ادا کرو اللہ کی عبادت کرو اپنا عقیدہ صحیح کرو۔ فلا تطعھما۔ اُن کی بات مانو۔ وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔ اللہ کے حکم کے خلاف والدین کی بات مت مانو۔ لیکن انہیں جھڑکو نہیں اُن کی بے عزتی نہ کرو اُن سے ترش رُوئی سے پیش نہ آؤ۔ بات مت مانو' بات اللہ کی مانو لیکن رویہ اُن کے ساتھ مناسب رکھو۔ وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔ جب تک وہ دنیا میں ہیں اُن کی عزت واحترام کرتے رہو۔ وہ اگر مسلمان نہیں ہیں تو اُن کا اپنا مسئلہ ہے اللہ کو جوابدہ ہیں۔ تمہیں اللہ نے ایمان عطا کر دیا تو اگر ماں اور باپ دونوں بھی مل کر زور لگائیں کہ ایمان چھوڑ دو یا حرام کھاؤ یا اللہ کی اطاعت نہ کرو ہماری بات مانو فرمایا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے مقابلے میں اُن کی بات نہیں مانی جائے گی۔ فلا تطعھما۔ اُن کی بات مت مانو لیکن بات نہ ماننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں تھپڑ لگاؤ یا دھکے دو یا گھر سے نکال دو نہیں وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔ دنیا میں اُن کے ساتھ معروف طریقے سے مناسب طریقے سے معزز طریقے سے رہو اور واتبع سبیل من اناب الی۔ اور ایسے لوگوں کے ساتھ رہو اُن کا اتباع کرو اُن کے پیچھے چلو جن کا رجوع میری طرف ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ رہو۔ جو تمہیں بارگاہ الٰہی تک پہنچا دیں۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت عالی میں عرض کیا گیا' یا

www.naqshbandiaowaisiah.com

رسول اللہ ﷺ ' آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما جائیں گے وہ لوگ جن کی آپ ﷺ نے تربیت فرمائی وہ بھی ایک وقت آئے گا دنیا سے چلے جائیں گے جن لوگوں کی انہوں نے تربیت فرمائی آخر انہیں بھی جانا ہے تو آپ ﷺ نے خیر القرون کے بارے تو فرمایا تین زمانے سب سے بہترین ہیں۔

خیر القرون قرنی ثم الذینَ یلونھم ثُم الذینَ یلونھم. او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اُس کے ساتھ والا زمانہ پھر اُس کے ساتھ والے لوگوں کا زمانہ۔ یہ تین زمانے تو تمام زمانوں سے جو گزر چکے ہیں جو آئندہ آئیں گے سب سے بہترین ہو گئے۔ لیکن جب خیر القرون کے لوگ گزر جائیں گے اور لوگ پھر کیا کریں گے؟ کس کے پاس جائیں گے؟ کیسا بندہ ہونا چاہئے' کہ لوگ اُس کے پاس جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آئے''۔ پھر ایسے لوگوں کو تلاش کرو جن کے ساتھ بیٹھنے سے جن کے ساتھ ملنے سے اللہ کی یاد دل میں آئے اور اللہ کی طرف دھیان ہو جو تمہیں اللہ کی بارگاہ کی طرف لے کر چلیں۔ وہی بات یہاں ارشاد فرمائی گئی کہ والدین کا بہت زیادہ خیال رکھو۔ فلا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما. دوسری جگہ ارشاد ہے کہ انہیں کبھی جھڑکو مت کبھی اُن کے سامنے اونچی بات مت کرو کوئی انہیں غلط لفظ نہ کہو لیکن اگر ماں اور باپ دونوں مل کر بھی اس بات پہ زور لگا ئیں کہ اللہ کی نافرمانی کریں تو اللہ کی نافرمانی نہیں کی جائے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کی جائے گی اُن کی ایسی بات مت مانو ہاں یہ دھیان رکھو کہ بات نہ مانو پھر بھی انہیں جھڑکو نہیں اُن کی توہین نہیں کرو اُن کے ساتھ نفرت آمیز سلوک نہ کرو۔

دراصل قرآن حکیم نے اور اسلام نے

> جائز حدود کے اندر دعا کرنا دوا کرنا
> یہ مسنون ہے کہ حیلہ کیا جائے لیکن
> یہ نہیں کہ جس نے دوا دی اُس کی
> پوجا شروع کر دو یا جس نے نقش لکھ
> دیا اُس کی پوجا شروع ہو جائے

اور شریعت نے سب کے حقوق مقرر کر دیے ہیں والدین کے حقوق ہیں تو اولاد کے بھی حقوق ہیں والدین سے پُرسش ہو گی کہ تم نے ان کو پالا پوسا بڑا کیا' کیا تم نے ان کی تربیت صحیح کی؟ تم نے انہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا تعارف دیا؟ تم نے انہیں دین سکھایا؟ تم نے انہیں حلال غذا پہنچائی اور سیدھی راہ بتائی؟ اگر نہیں تو اُن کی بھی جواب طلبی ہو گی۔ اسطرح میاں کے حقوق ہیں بیوی کے بھی حقوق ہیں والدین کے حقوق اولاد پر ہیں تو اولاد کا حق والدین پر بھی ہے میاں کا حق بیوی پر ہے تو بیوی کا حق میاں پر بھی ہے۔ ہمارے ہاں دو باتوں پہ زور ہوتا ہے ایک بات تو عرف عام میں ہے کہ والدین کا احترام کیا جائے یہ بھی جانتے ہیں اور یہ بھی سب زبان زد عام ہے کہ میاں کا بڑا حق ہے بیوی پر لیکن یہ بات کوئی نہیں کہتا کہ والدین پر اولاد کے بھی حقوق ہیں اور میاں کے ذمے بیوی کا بھی حق ہے۔ اللہ کے نام پر ایک خاتون اُس کے لئے حلال ہوئی زندگی بھر کا اُس کا ساتھ ہے فرمایا۔

ھُن لباسٌ لکُم وانتُم لباسٌ لھُن ٥

بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو۔ جسطرح لباس بدن کو ڈھانپتا ہے جس طرح لباس زینت کا سبب بنتا ہے اور جس طرح لباس گرمی سردی سے بچانے کا سبب بنتا ہے اسی طرح فرمایا خاوندوں کو کہ تم اُن کا لباس ہو تم انہیں نیک و بد زمانہ سے بچانا تمہارا کام ہے اُن سے کوئی غلطی ہو جائے تو اُن کی پردہ پوشی کرنا تمہارا کام ہے اور اُن کی عزت بنانا۔ جس طرح لباس بندے کا احترام اور عزت بناتا ہے اسی طرح اُن کی عزت۔ اسی طرح بیوی پر بھی واجب ہے کہ میاں کی عزت بنائے میاں کو خوش رکھے میاں کی خدمت کرے اور میاں کے جان مال کی حفاظت کا خیال رکھے۔ لیکن حقوق دونوں طرف برابر ہیں۔ ہمارے ہاں میاں کے حق کا ذکر تو ہوتا ہے بیوی کے حق کی بات ہی نہیں ہوتی۔ والدین کے حقوق اپنی جگہ ہیں اولاد کے حقوق اپنی جگہ ہیں میاں کے حقوق اپنی جگہ ہیں اور بیوی کے حقوق اپنی جگہ ہیں۔ سب کو ایک

www.naqshbandiaowaisiah.com

دوسرے پر ایک حق حاصل ہے کہ ایک دوسرے کا احترام کیا جائے ایک دوسرے کی پردہ پوشی کی جائے اور نیک و بند میں حوادثاتِ زمانہ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا جائے۔

واتبع سبیل من اناب الی اور اُن لوگوں کے پیچھے چلو جو تمہیں میری بارگاہ تک لے آئیں۔ ایسے لوگوں کا اتباع اختیار کرو جو تمہیں حضور الٰہی میں لے آئیں جہاں تمہارے عقائد کی اصلاح ہو جہاں تمہارے کردار کی اصلاح ہو جہاں تمہارے اعمال کی اصلاح ہو تو یہ جو ایک پیری مریدی کا رواج مسلمانوں میں آ رہا ہے اس کی بھی تعین کر دی گئی کہ پیر کون ہوتا ہے اور مرید کیا اُس سے چاہتا ہے۔ تو میں نے عرض کر دیا کہ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ ایسا بندہ جس کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آئے اُس کے پاس بیٹھو۔

پھر ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے شخص کو پیر بنایا جائے جس کے پیچھے چل کر اتباع نبوت اتباع رسالت اور اللہ کی اطاعت نصیب ہو۔ پیر کا یہ منصب نہیں ہے کہ اُس نے تعویز دے دیا تو اولاد ہو گئی اُس نے تعویز دے دیا تو ملازمت مل گئی ہماری دنیاوی مصیبتیں ٹل گئیں یہ سب اللہ کا اپنا کام ہے۔ کس کو کس حال میں رکھتا ہے اُس کی اپنی مخلوق ہے اور ایک ایک فرد کے ہر حال سے وہ آگاہ ہے فرمایا **یٰبنیّ انھا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السمٰوٰت او فی الارض یات بھا اللہ ان اللہ لطیف خبیر** ○

اگر رائی کے دانہ کے برابر یعنی کوئی مختصر سی چیز ہے پھر وہ کسی پتھر کے اندر بند ہے کہیں کسی چٹان کی گہرائی میں ہے یا آسمانوں کی پنہائیوں میں گم ہے یا زمین کے کسی انتہائی نیچے گوشے میں پڑی ہے۔ یاتِ بھا اللہ۔ اللہ اُس سے واقف ہے اور اُسے بھی اُس کی بارگاہ میں حضوری حاصل ہے اور وہ بھی میدان حشر میں پیش ہو گی کوئی چیز اُس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اسی طرح ہر فرد ذاتی طور پر اُس کے علم میں ہے اُس کے قبضہ قدرت میں ہے ہر ایک کی ضروریات اُس کے قبضہ

یہ ضروری نہیں کہ تعویز لینے کے لئے یا دعا کرانے کے لئے ہمیں ایک پیر کی ضرورت ہے اس کے لئے ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اس کے لئے پیر کی ضرورت ہے کہ وہ خود ہدایت یافتہ ہو اُس کے عقائد صحیح ہوں اُس کا کردار درست ہو اور ہم اُس کے پاس بیٹھیں تو ہمارے بھی عقائد کی اصلاح ہو کردار کی اصلاح ہو۔

قدرت میں ہیں ہر ایک کی صحت بیماری سے وہ واقف ہے ہر ایک کے ہر حال سے آگاہ ہے اور وہی ہے جو سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور وہی ہے جو سب کو بیماری سے شفا عطا کرتا ہے یا صحت سے بیماری میں بھیج دیتا ہے۔ اُس کا اپنا ایک نظام ہے جس میں کسی کی کوئی مداخلت نہیں۔

جائز حدود کے اندر دعا کرنا دوا کرنا یہ مسنون ہے کہ حیلہ کیا جائے لیکن یہ نہیں کہ جس نے دوا دی اُس کی پوجا شروع کر دو یا جس نے نقش لکھ دیا اُس کی پوجا شروع ہو جائے نہیں یہ ضمنی باتیں ہیں ایک حکیم دوا دیتا ہے سو آدمی کو دیتا ہے دس ٹھیک ہو جاتے ہیں نوے ٹھیک نہیں ہوتے تو اُس میں حکیم کیا کر سکتا ہے۔ سو کے سو ٹھیک ہو جائیں تو حکیم تو چاہتا ہے اللہ کرے سب ٹھیک ہو جائیں اور خدانخواستہ سو کے سو کو ہی فائدہ نہ ہو تو اُس کا کیا گناہ ہے اُس کے ذمے تو اُس کے عقل میں جو دوا آئی اُس نے دے دی یہ اُس کا کام تھا کہ خلوص نیت سے جو بہتر سمجھے وہ کر دے۔ اب آگے اُس کا فائدہ کیا ہوتا ہے یہ اللہ رب العزت کا کام ہے۔ کس نے نقش دے دیا یا دم کر دیا وہ بھی شرعی حد کے اندر کوئی غیر شرعی کلمہ نہ لکھا جائے کوئی غیر شرعی الفاظ ادا نہ کئے جائیں کوئی غیر شرعی طریقہ نہ ہو تو شرعی حدود کے اندر اللہ کا نام لکھ کے کس نے دے دیا تو اگر شفا دینی ہے تو اُس نے دینی ہے ایک ظاہری سبب ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ تعویز لینے کے لئے یا دعا کرانے کے لئے ہمیں ایک پیر کی ضرورت ہے اس کے لئے ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اس کے لئے پیر کی ضرورت ہے کہ وہ خود ہدایت یافتہ ہو اُس کے عقائد صحیح ہوں اُس کا کردار درست ہو اور ہم اُس کے پاس بیٹھیں تو ہمارے بھی عقائد کی اصلاح ہو کردار کی اصلاح ہو۔

واتبع سبیل من اناب الی اُس کا اتباع اختیار کرو جس کا رجوع میری طرف ہو جس کا مطمع نظر میری رضا ہو جس کا مقصد حیات میری اطاعت اور میری غلامی ہو اُس لئے۔ ثم

www.naqshbandiaowaisiah.com

الی مرجعکم. اس لئے کہ پھر تم سب نے پیر نے مرید نے خاوند نے بیوی نے ماں نے باپ نے اولاد نے تم سب نے واپس میری بارگاہ میں آنا ہے اور دنیوی عدالتیں آپ دیکھتے ہو وہاں کس پر الزام لگتا ہے پھر شہادتیں دینا پڑتی ہے اُسے جرم سنانا پڑتا ہے پھر وہ جرم ثابت کرنا پڑتا ہے تب جا کر فیصلہ ہوتا ہے جرم ثابت ہو جائے سزا ہوتی ہے نہ ہو تو اُسے چھوڑ دیا جاتا ہے بری ہو جاتا ہے فرمایا میری بارگاہ میں نظام الگ ہے یہ ایسی عدالت ہے اللہ کی عدالت ایسی عدالت ہے کہ جب تم میرے حضور میں کھڑے ہو گے فانبئکم بما کنتم تعملونَ o کہ جو جو کچھ تم کرتے رہے ہو عدالت تمہیں بتائے گی میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم نے یہ بھی غلط کیا یہ بھی غلط کیا یہ بھی غلط کیا۔ میری عدالت کو کسی مدعی کی یا کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اللہ خود ذاتی طور پر ہر چیز سے آگاہ ہے اور تمہیں ایسی عدالت کے سامنے جانا ہے جو کسی کی گواہی پہ انحصار نہیں کرے گی بلکہ جو باتیں تم خود بھول چکے ہو عدالت میں وہ بھی موجود ہوں گی اور وہ بھی تمہیں یاد دلائے گی کہ تم نے یہ بھی کیا تھا۔

زندگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اندازہ کیجئے کہ جب زندگی ختم ہو جاتی ہے تو دنیا کا کوئی بادشاہ کوئی امیر ترین آدمی کوئی جابر کوئی سلطان ایک لمحہ زندگی نہ دولت سے خرید سکتا ہے نہ طاقت سے حاصل کر سکتا ہے یہ اس لئے عطا نہیں کی گئی کہ اسے ضائع کر دیا جائے اس کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے اور جو لمحہ گزر رہا ہے اگر موت آ جائے تو مزید کوئی لمحہ ہم اُس کا خرید نہیں سکتے کہیں سے حاصل نہیں کر سکتے اس لئے جو دم گزر رہا ہے جو لمحہ گزر رہا ہے اُسکا احساس رکھو کہ تمہارے ہاتھ میں ایک دولت ہے اس میں سے خرچ ہو رہی ہے تمہیں اُس کا حساب بھی مالک کو دینا ہے۔ جس نے وہ دولت تمہیں دی ہے اُسے

> زندگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اندازہ کیجئے کہ جب زندگی ختم ہو جاتی ہے تو دنیا کا کوئی بادشاہ کوئی امیر ترین آدمی کوئی جابر کوئی سلطان ایک لمحہ زندگی نہ دولت سے خرید سکتا ہے نہ طاقت سے حاصل کر سکتا ہے

حساب بھی دینا ہے لہذا ایک ایک پائی کو نوٹ کرتے جاؤ لکھتے جاؤ دل پر نقش کرتے جاؤ ایک لمحہ زندگی کا گزرتا ہے تو دھیان رکھو کہ کہیں اُس میں نافرمانی تو نہیں ہو گئی وہ اللہ کے حکم کے مطابق بسر کیا ہے یا اللہ سے بغاوت کر کے بسر کیا ہے۔ اس لئے خودکشی کو حرام قرار دیا گیا کہ کسی نے زندگی اُس نے خود نہیں بنائی تھی کہ اُس نے خود ختم کر لی۔ اللہ کی امانت تھی اُس کے پاس۔ ظاہر ہے کسی مشکل میں آ کر بندہ خودکشی کرتا ہے لیکن کیا مشکلات زندگی کا حصہ نہیں ہیں۔ مشکلات آتی ہیں اور پھر آسانیاں بھی آ جاتی ہیں فان مع العُسر یُسرا o ان مع العُسرِ یُسراo

یقیناً ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے اور یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ مشکلات آتی ہیں آسانیاں بھی آ جاتی ہیں بیماریاں آتی ہیں اللہ کریم صحت بھی دے دیتے ہیں لیکن اگر وہ صحت نہ بھی دے کسی کو ساری زندگی بیمار نہ کرے یہ بھی اُس کی اپنی مرضی ہے۔ بعض اوقات عجیب حالات ہوتے ہیں ایک شخص بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ میری بیٹی کو شرفِ زوجیت سے نوازیے اور اپنی زوجیت میں قبول فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری بیٹی میں کیا خاص بات ہے کہ تم براہ راست میرے پاس آئے ہو کہ میں اُس سے نکاح کر لوں اُس نے کہا جی میری بیٹی بڑی فرماں بردار بھی ہے بہت خوبصورت بھی ہے نوجوان بھی ہے اور سب سے بڑی خوبی اُس میں یہ ہے کہ اُس کی عمر بلوغت کو پہنچ گئی لیکن آج تک اُسے زکام تک نہیں لگا چھینک تک نہیں آئی بہت صحت مند ہے آج تک کبھی وہ بیمار نہیں ہوئی۔ اس بات سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی زوجیت میں لینے سے انکار کر دیا کہ جس بندے کو اب تک کبھی زکام بھی نہیں لگا وہ شاید کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہے! یہ تو ایک عام روٹین عام روزمرہ کا معمول ہے کہ بندے کو چھوٹی موٹی بیماری آنا اُس کا صحت مند ہونا' تو مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تمہاری اس بچی سے اللہ کریم بہت ہی ناراض ہے اُسے بلکہ الگ چھوڑ دیا ہے کہ جو کرتی

رہے کرتی رہے پھر دیکھا جائے گا۔ یعنی اُس کے بیمار نہ ہونے کو حضورﷺ نے اللہ کی ناراضگی سے تعبیر فرمایا کہ یہ تو اسے تو اللہ نے بالکل ہی کھلی چھٹی دے دی ہے تو اسے میں تو نہیں قبول فرماتا۔

تو بیماری بھی زندگی کا حصہ ہے آ جائے تو علاج کرنا چاہئے آ جائے تو حیلہ کرنا چاہئے صحت کا آ جائے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ میں کمزور ہوں مجھ سے بیماری برداشت نہیں ہوتی تیری نعمت ہے لیکن تو مجھے دوسری نعمت صحت کی نعمت عطا کر یہ تو درست ہے لیکن اُس سے گھبرا کر خودکشی کرنا یہ جائز نہیں یہ جُرم ہے اور جس طرح کسی کو قتل کرتے ہیں تو قاتل کو سزا ہوتی ہے اسی طرح خود کو قتل کرنے والا بھی اپنا قاتل ہی ہے۔

بات آ گئی تو ضمنی بات عرض کرتا چلوں کہ اب تو خیر کوئی نہیں پوچھتا کافر مسلمان بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ رواج ہے کہ جو مر گیا اُس کا جنازہ پڑھ لیا۔ یہ بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ جنازہ پڑھنے والے مسلمان ہیں یا کافر ہیں جو آ گیا قطار میں کھڑا ہو گیا کسی کا وضو ہے کسی کا نہیں ہے بلکہ بڑے مزے کی بات ہے ہمارے تو سارے مولوی نیت تک جنازے کی صفیں بننے کے بعد بتاتے ہیں آگے نماز کا حال تو خدا جانے یعنی جس بندے کو جنازے کی نیت کا بھی پتہ نہیں اُسے نماز کہاں آتی ہو گی اور جسے آتی نہیں وہ کیوں کھڑا ہے!۔ مولویوں کو بھی اللہ کریم ہدایت دے یہ نہیں کہتے کہ جسے نماز نہیں آتی بھائی میاں باہر بیٹھو اُسے شرم تو آئے آئندہ جنازے کی دعائیں یاد کر کے آئے وہ اُسے اُلٹا نیت بتاتے ہیں یہ نہیں آتا تو یہ پڑھ لو یہ نہیں آتا تو یہ کچھ بھی نہیں آتا تو کھڑے رہو' کمال ہے! تو ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جنازہ پڑھو ہی نہیں' اُسے کھڈے میں پھینک دو جان چھوٹی۔ نماز جنازہ کی مسنون دعائیں ہیں اور نماز جنازہ کی تکبیریں فرض ہیں

> **ایک لمحہ زندگی کا گزرتا ہے تو دھیان رکھو کہ کہیں اُس میں نافرمانی تو نہیں ہو گئی وہ اللہ کے حکم کے مطابق بسر کیا ہے یا اللہ سے بغاوت کر کے بسر کیا ہے۔**

اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ فرض عین نہیں ہے کہ سب پہ فرض ہو۔ اگر گاؤں کے دو آدمی بھی تین آدمی بھی پڑھ دیتے ہیں تو سارے گاؤں کی طرف سے ہو جاتا ہے۔ فرض کفایہ ہے تو جسے نہیں آتا تو وہ باہر بیٹھے کم از کم اُسے یہ احساس تو ہو کہ میں نے دعائیں یاد نہیں کیں مجھے کرنی چاہئیں تھیں۔ تو میں تو نہیں سمجھتا کہ جن لوگوں کو نیت بھی بتانی پڑے آگے دعائیں کب آتی ہوں گی۔ لیکن نیت تو ہم اصل میں نماز کی عبادت کی نیت تو وہ ہوتی ہے جو دل میں ارادہ ہو۔ فقہ میں جو زبانی نیت ہم کرتے ہیں اگر اسے ضروری سمجھا جائے تو یہ بدعت ہے زبانی یہ کہنا کہ میں دو رکعت جمعہ پڑھتا ہوں اگر یہ نظریہ ہو جائے عقیدہ بنا لے بندہ کہ کہنا ضروری ہے تو یہ بدعت ہو جائے گی یہ اس لئے کہنے کا حکم علما نے دیا کہ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں انہیں پتہ ہی نہیں ہو گا میں نے تین رکعت پڑھنی ہے یا چار پڑھنی ہے دو پڑھنی ہیں تو ایک دفعہ دہرا دیں کہ میں دو رکعت پڑھ رہا ہوں تو انہیں کچھ احساس تو ہو کہ مجھے دو پڑھنی ہیں۔ کیوں کہ لوگوں کا تو یہ عالم ہے کہ وہ دل کا ارادہ تو بناتے ہی نہیں رواجاً آتے ہیں کھڑے ہو گئے ورنہ نیت وہ ہے جو آپ کے دل میں ہے کہ میں ظہر کی نماز کے لئے کھڑا ہوں جمعے کی نماز کے لئے کھڑا ہوں یا عصر کی نماز کے لئے کھڑا ہوں۔ اگر ایک آدمی عصر کی نماز پڑھتا ہے زبان سے کلمہ نکل گیا ارادہ دل میں ہے میں عصر پڑھ رہا ہوں زبان سے نکل گیا میں چار رکعت عشاء کی پڑھ رہا ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا نماز ہو جائے گی اس لئے کہ اُس کے دل میں ارادہ عصر کا ہے اُس نے پڑھی بھی عصر ہے تو زبانی کہنے کا کوئی اعتبار نہیں کہ اُس نے زبانی عشاء کہا اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ جو زبانی نیت ہم کرتے ہیں یہ تو محض اپنے آپکو یاد دلانے کے لئے کرتے ہیں اس لئے آپ نے دیکھا نماز عربی میں ہے اور دوسری کسی زبان میں آپ نماز نہیں پڑھ سکتے آپ قرآن کا ترجمہ نہیں پڑھ سکتے آپ سورۃ فاتحہ کی جگہ اُس کا ترجمہ نہیں پڑھ سکتے اصل عبارت عربی میں عربی میں ہی دعائیں پڑھنا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہوں گی تو یہ نیت پنجابی والا پنجابی میں کرتا ہے پشتو والا پشتو میں کرتا ہے انگریزی والا انگریزی میں کرتا ہے تو یہ کہاں سے آ گئی۔ اگر اُس کا حصہ ہوتی نماز کا تو یہ بھی اُسی طرح عربی میں ہوتی۔ ہر شخص اپنی زبان میں اس لئے کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو یاد دلاتا ہے کہ میں چار رکعت یہ نہ ہو کہ ظہر کی رکعتیں چار ہیں یہ دو پہ سلام پھیر دے تین پہ سلام پھیر دے کچھ اُس کے ذہن میں ہو کہ مجھے چار پڑھنی ہیں ورنہ اصل نیت وہ ہے جو دل میں ارادہ ہے اور یہ جو غیر ضروری ہے اگر یہ بھی کسی کو نہیں پتہ کہ جنازے میں کھڑے ہو کر کن الفاظ سے اُس کی نیت کی جائے گی تو اُس سے آگے آپ پڑھائیں گے تو اُسے کیا یاد ہو گا وہاں تو یہ جو رعایتیں اور چھوٹیں دی جاتی ہیں یہ صرف دین میں دی جاتی ہیں دنیا میں کوئی نہیں دیتا۔ جس نے دس روپے دینے ہوں اُسے کوئی نہیں کہتا چلو دس نہیں ہیں تو پانچ دے دو پانچ نہیں ہیں تو ایک دے دو کوئی کہتا ہے! عبادت کے وقت کہتے ہیں کہ یہ نہیں آتا تو یہ کر لو وہ نہیں آتا تو یہ کر لو۔ تو یہ سارے خرافات ہیں جو ہمارے دین میں آ گئے ہیں اور رواجات ہیں جنہوں نے دین میں جگہ پالی ہے۔

شرعی طریقہ یہ ہے کہ ارادہ کرے کہ اس بندے کا جنازہ پڑھتا ہوں اور امام کے پیچھے پڑھتا ہوں امام کی نیت ہو کہ میرے پیچھے لوگ کھڑے ہیں میں اُن کی طرف سے امامت کر رہا ہوں اگر امام کا یہ ارادہ نہ ہو تو امامت نہیں ہو گی ایک آدمی کھڑا ہے اُس نے نماز نیت لی ہے اپنی نماز آپ پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے آپ نے پیچھے نیت لی تو نماز آپ کی نہیں ہو گی اُس کی اپنی ہو جائے گی وہ آپ کی نیت سے نہیں کھڑا تھا اُس کا ارادہ نہیں تھا کہ جماعت کرا رہا ہوں وہ تو اپنی نماز پڑھنے کھڑا تھا دس بندے آ کر پیچھے کھڑے ہو گئے تو ضروری ہے کہ امام کی نیت ہو

> ہمارے تو سارے مولوی نیت تک
> جنازے کی صفیں بننے کے بعد بتاتے
> ہیں آگے نماز کا حال تو خدا جانے یعنی
> جس بندے کو جنازے کی نیت کا بھی
> پتہ نہیں اُسے نماز کہاں آتی ہو گی اور
> جسے آتی نہیں وہ کیوں کھڑا ہے!

کہ میں لوگوں کی امامت کرا رہا ہوں یہ ارادہ اُس کے دل میں ہو تو نیت کرے پھر جتنے پیچھے شامل ہوتے جائیں گے اُس میں شامل ہوتے جائیں گے اور وہ ارادہ کریں دل میں اور مسنون دعائیں یاد کریں وہ سنت ہیں اور تکبیریں فرض ہیں ہر تکبیر کہیں۔ آپ کبھی تصدیق کر لیجئے گا ایک تو تماشہ یہ ہے کہ لوگوں نے مسنون دعائیں یاد نہیں کی ہوتیں دوسرا تماشہ یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہی نہیں وہ کہتے ہیں امام نے اللہ اکبر کہہ دیا نا تو وہ آگے شروع ہو جاتے ہیں حالانکہ تکبیر کہنا فرض ہے امام پر بھی مقتدی پر بھی۔ جنازے کے فرائض میں جنازے کی تکبیریں ہی ہر تکبیر مقتدی بھی اپنی کہے گا "اللہ اکبر" اور بڑا سیدھا سا کام ہے کہ آدمی فوت ہو گیا اُس کی کوشش کریں کہ جتنا جلدی ہو سکے اُسے دفن کیا جائے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خادمہ تھی جس نے زندگی بھر حضور ﷺ کی خدمت کی آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے تھے رات کو فوت ہو گئی۔ اب شرعی قاعدہ یہ ہے کہ کوئی بندہ رسول ﷺ کو بے آرام کرنے کا مجاز نہیں ہے شرعاً منع ہے کہ حجرہ مبارک پر باہر سے آواز لگائی جائے کسی کو جرات نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بیدار کر کے بتائیں۔ اب یہ جی کہ چلو صبح دفن کر دیں گے فرمایا یہ تو نہیں حکم ہے اللہ کا اللہ کے رسول ﷺ کا کہ جلدی کرو۔ قبر تیار کی گئی جنازہ پڑھا گیا اور اُسے دفن کر دیا گیا۔ صبح نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی فجر کے بعد یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی خادمہ فوت ہو گئی تھی ہم نے رات جنازہ کر کے دفن کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے صحیح کیا لیکن حضور ﷺ کو اتنا اُنس تھا اُس سے کہ پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے قبر پر اور دوبارہ خود بھی جنازہ پڑھا۔ نبی کریم ﷺ کو اتنا پیار تھا اُس سے یا اتنی شفقت تھی آپ ﷺ کی اُس پر کہ حضور ﷺ قبر پر تشریف لے گئے حضور ﷺ نے قبر پر جنازہ پڑھا لیکن کسی نے میت کو صبح تک کے لئے انتظار میں نہیں رکھا۔ اب یہاں بندہ مر جائے تو کہتے ہیں کہ جی اس کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

بیٹا دوہی ہوتا ہے وہ آئے گا تو دفن ہوگا۔ بیٹا آئے گا تو کیا کرلے گا! اور سب سے عجیب بات جو میں نے یہاں دیکھی ہے دین کے مقابلے میں رواجات کی وہ یہ ہے کہ بندہ عرب میں مرتا ہے مدینہ منورہ میں مرجاتا ہے مکہ مکرمہ میں مر جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **من مات بمکتہ فقدمات فی السماء الدنیا**۔ جس کو مکہ میں موت آئی ایمان کے ساتھ وہ گویا آسمان پر جا کر مرا۔ ہمارے لوگ مکہ سے میت اٹھاتے ہیں یہاں آکر دفن کرتے ہیں۔ یعنی اپنی ہمت سے خرچ کرکے محنت کرکے دفتروں کے دھکے کھا کر اُسے جنت سے کھینچ لاتے ہیں۔ وہ تو مرگیا دنیا سے گزر گیا پھر یہاں کہتے ہیں جی جمعراتیں کرو۔ جمعراتوں سے کیا ہوگا جنت سے تو اُسے آپ اٹھا کر لے آئے۔ اُس غریب کو وہ مقدس مٹی کیوں نہیں نصیب ہونے دی۔ تو یہ ساری باتیں رواجات کی ہیں رسومات کی ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر بندہ مکہ میں فوت ہوگیا جنت المعلیٰ میں دفن ہوگیا تو ہماری نکّی ہوگی اور ہم میت اٹھا کر لے آئیں تو لوگ کہیں گے یہ بڑے تکڑے ہیں۔ کیا تکڑا! بندہ بندہ ہے کیا تکڑا ہونا ہے' کون تکڑا ہے' ایک دانت میں درد ہوجائے تو سارا تکڑاپن ختم ہوجاتا ہے ایک آنکھ میں درد ایک کان میں درد ہوجائے' سر کو درد ہوجائے چھوٹی سی ٹھوکر لگے تو پہاڑ جتنا بندہ دس دفعہ ٹھوکریں کھا کر گرتا ہے کیا بندے نے کیا تکڑا ہونا ہے اور یہ سارے وہم ہمارے اپنے دل میں ہوتے ہیں یہ ساری باتیں کرنے کے بعد بھی دوسرے ہمیں اپنے سے بڑا نہیں مانتے اُن کا پھر بھی کوئی اعتراض رہ ہی جاتا ہے کہ یہ میرے مقابلے کا نہیں۔

تو دنیا میں انسان اپنی بڑائی منوانے کے لئے نہیں آیا بلکہ بڑائی اللہ کو زیبا ہے اور دین وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا

جس طرح کسی کو قتل کرتے ہیں تو قاتل کو سزا ہوتی ہے اسی طرح خود کو قتل کرنے والا بھی اپنا قاتل ہی ہے

شریعت بڑی واضح ہے اور شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنا جینا مرنا ہر کام حتیٰ کہ فرمایا والدین کا بہت احترام ہے لیکن خلافِ شریعت اگر حکم دیں گے تو نہیں مانا جائے گا۔ شریعت کا حکم مانا جائے گا اور یہ عملی زندگی کے تقاضے ہیں جو قرآن کریم نے ایک ایک کرکے اپنے سپاروں میں بکھیر دیے ہیں اور زندگی کے ہر معاملے کا جواب قرآن حکیم میں موجود ہے۔

اللہ کریم ہمیں قرآن کریم کو پڑھنے' سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

انا للہ وانا الیہ راجعون

1۔ صوفی بشیر احمد صاحب ''حاصل پور'' کے صاحبزادے انتقال کر گئے ہیں۔

2۔ ضلع کرک کے بزرگ ساتھی ہیڈ ماسٹر زبیر محمد صاحب وفات پا گئے ہیں۔

3۔ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک اللہ دتہ صاحب خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں۔

4۔ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد خالد صاحب (جوبلی لان والے) کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

5۔ گوجرہ سے سپیشل کلاس کے ساتھی ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب کے چھوٹے بھائی خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں۔

6۔ مظفر گڑھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھ عبدالغفار صاحب کے چچا وسسر وفات پا گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

سوال وجواب

8-11-04 کو شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ نے دارالعرفان منارہ میں حاضرین کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جواب مرحمت فرمائے۔ قارئین المرشد کے استفادہ کے لئے یہ سوال وجواب پیش خدمت ہیں۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 8-11-04

[illegible]

دیتے ہیں یہ بھی بیعت ہے کہ کسی شخص کو ملک کا سربراہ بنایا جائے اور اُس کے لئے رائے دی جائے تو ابتدائی عہد میں جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بیعت کی گئی' خلفاء راشدین کی بیعت کا قائم مقام ووٹ ہے۔ تو یہ بیعت امارت ہے کہ کسی کو آپ امیر مقرر کرتے ہیں۔ اب ایک دفعہ آپ کے نزدیک ایک شخص ہوتا ہے دوسری دفعہ آپ سمجھتے ہیں یہ تو صحیح نہیں تھا یہ آدمی بہتر ہے اگر اس طرح ووٹ دیتے ہیں تو ٹھیک اس طرح شاید کوئی ووٹ دیتا بھی ہو لیکن رشتہ داریوں پہ اور تعلقات پہ یا کسی ناجائز امید پہ ووٹ دیے جاتے ہیں جو سارے کے سارے جو ہیں وہ حرام ہیں اور آخرت میں ان کی پرسش ہوگی! تو ایک یہ ''بیعت امارت'' ہوتی ہے۔ ایک کسی خاص مقصد کے لئے بیعت لی جاتی ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ میں موت کی بیعت لی کہ اگر مکہ والوں کے ساتھ ٹکراؤ ہو گیا تو ایک شخص بھی زندہ رہا تو وہ بھاگے گا نہیں' لڑے گا جب تک ایک بھی زندہ رہا' سب کو شہید ہونا پڑا تو سب شہید ہوں گے۔ موت پر بیعت تھی کہ کوئی شخص جان بچانے کا حیلہ نہیں کرے گا یہ بھی بیعت ہے۔ ایک ہوتی ہے بیعت اصلاح کے لئے کہ اپنے سے زیادہ کسی پڑھے لکھے آدمی کی بندہ بیعت کرتا ہے اور اُس سے اصلاح احوال کے بارے پوچھتا رہتا ہے۔ احکام شرعی پوچھتا رہتا ہے کہ کیا کرنا چاہئے' کیا نہیں کرنا چاہئے۔ اس بیعت کے بارے علماء کا قول یہ ہے کہ جس شخص کو ''محرمات'' کا علم ہو یعنی حلال حرام جانتا ہو۔ کوئی ضروری نہیں کہ بہت بڑا عالم فاضل ہو' حلال حرام جائز ناجائز روزمرہ کی ضرورت سے واقف ہو اُس کی بیعت کی جاسکتی ہے یہ بیعت اصلاح ہوتی ہے۔ اُس کے بعد ہوتی ہے تصوف کی بیعت۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ''دلائل السلوک'' میں بھی لکھا ہے اور دیگر صوفیا کے نزدیک بھی تصوف کی بیعت۔ سب سے پہلے تو اُس کا کوئی یہ ثبوت ہو کہ یہ شخص خود اس فن سے واقف ہے اور دلائل السلوک میں تو یہ شرط

www.naqshbandiaowaisiah.com

لکھی گئی ہے کہ کم از کم خود فنافی الرسول ﷺ ہو اور صرف یہ نہیں کہ خود ہو دوسرے کو فنافی الرسول ﷺ کرا سکتا ہو۔ تب اُس کی بیعت تصوف کی جا سکتی ہے۔ اب ایک شخص نہ خود فنافی الرسول ﷺ ہے اور اگر خود ہے دوسرے کو کرا نہیں سکتا پھر بھی اُس کی بیعت تصوف کی جائز نہیں۔ دوسرے کو کیسے کرا سکتا ہے؟ اس کا ثبوت ہوتا ہے کہ اُس نے کسی کو فنافی الرسول ﷺ کرایا ہو اُسے علم ہو اور اگر بغیر سوچے سمجھے کسی بھی شخص کی بیعت کر لی ہو کہ یہ شاہ جی ہیں یا پیر صاحب ہیں تو وہ بیعت منعقد ہی نہیں ہوتی، ہوتی ہی نہیں، ہوگی تو ٹوٹے گی!

عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ یہاں چکوال کے قریب قصبہ ہے "بھون" وہاں تقریر فرما رہے تھے۔ متحدہ ہندوستان تھا پاکستان نہیں بنا تھا تو ایک ہندو نے سوال لکھ کر بھیجا۔ اس طرح چٹ پر کہ بھئی اسلام میں نکاح ہوتا ہے پھر طلاق ہو جاتی ہے یا کچھ الفاظ کہنے سے یا کوئی کام کرنے سے نکاح ٹوٹ بھی سکتا ہے تو ہمارے مذہب میں ہندو مت میں شادی ہوتی ہے لیکن پھر وہ ختم نہیں ہو سکتی وہ ہمیشہ کے لئے ہوتی ہے اور طلاق کا کوئی تصور نہیں۔ اب تو ہندوؤں کے ہاں بھی طلاق کا رواج ہو گیا ہے۔ ویسے اُن کے عقیدے اور مذہب کے مطابق ممکن نہیں ہے طلاق یا علیحدگی۔ بلکہ وہ تو خاوند مر جائے تو عورت کو ساتھ جل جانا وہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اگر حیات ہے تو زندہ نہ رہے تو انہوں نے سوال بڑا۔ شاہ صاحب بندے بڑے مزے کے تھے اللہ اُن پر کروڑوں رحمتیں فرمائے۔ تو انہوں نے کسی سے کہا بھئی کوئی دھاگا لاؤ۔ تو کسی نے لا دیا دھاگا بھئی چاقو بھی لاؤ۔ چاقو بھی آ گیا۔ سٹیج پر ہی اب اُس سوال کا جواب دے رہے ہیں۔ ایک شخص سے کہا یہ دھاگا اس طرح پکڑو اُس نے پکڑا انہوں نے چاقو سے کاٹا' فرمایا کٹ گیا' کٹ گیا جی ٹوٹ گیا۔ دھاگا پھینک دیا۔ ویسے ہی ہاتھ پکڑو۔ آپ نے چاقو اس طرح گھمایا۔ ٹوٹا؟ جی نہیں ٹوٹا۔ انہوں نے فرمایا۔ طلاق کے لئے پہلے نکاح ہونا چاہئے تمہارا نکاح ہی نہیں ہوتا طلاق کہاں سے ہوگی۔ یعنی کچھ ہوگا تو ٹوٹے گا۔ تمہاری تو رسومات ہیں تمہارے پاس دین تو نہیں ہے کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے کسی پیغمبر یا رسول کا بتایا ہوا طریقہ نہیں ہے کوئی اس میں اللہ کے نام پر کوئی عہد معاہدہ نہیں ہے کوئی اُس میں گواہ نہیں ہیں کوئی ایجاب و قبول نہیں ہے۔ تم نے چادر سے چادر باندھی اور پنڈت منتر پڑھتا رہا اور تم آگ کے گرد پھرتے رہے اور کہا نکاح ہو گیا تو یہ سارے مفروضے ہیں۔ نکاح ہوتا ہی نہیں ٹوٹے گا کہاں!

تو یہ جو بغیر جانے بوجھے کسی بیعت کی بات ہے یہ ہوتی ہی نہیں ٹوٹے گی کہاں سے؟ ہوگی تو ٹوٹے گی! تو خواہ مخواہ بندہ تصور کرے اپنے آپ کو کہ میں بھی بندھا ہوا ہوں۔ اُس بندھے ہوئے کا نہ کوئی فائدہ نہ کوئی نقصان بلکہ نقصان کی بات ہے۔ ایک الگ ہی حقیقت پیدا ہو جاتی ہے اب وہ شیخ رہنمائی کرتا ہے یا غلط راستے پہ سلسلے چلاتا ہے لوگ اس کے پیچھے چلتے رہتے ہیں تو یہ بیعت تو بیعت کوئی نہیں ہوتی۔

سلسلہ عالیہ میں بیعت ہوتی ہے تصوف کی اور سلسلہ عالیہ کی مخالفت جو ہے وہ ہوتی ہے وہ بھی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ بیعت کرانے کی استعداد یا بیعت کرنے کی یا شیخ کی استعداد تو کسی میں ہے نہیں پھر وہ سارے تصوف کا ہی انکار کر دیتے ہیں کہ جب ہمارے پاس نہیں ہے تو کہیں بھی نہیں ہے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ناراض ہو کر کسی ایسے ہی احمق شخص پہ ناراض ہو کر فرمایا تھا کہ اگر کوئی خود "خصرا" ہو تو وہ سمجھے دنیا میں مرد ہوتے ہی نہیں تو یہ غلط بات ہے۔ تو لوگ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں یہ ہوتا ہی نہیں تو سلسلہ عالیہ میں ہم بیعت اصلاح نہیں یا بیعت امارت نہیں لیتے بلکہ بیعت تصوف لیتے ہیں اور اس وقت اللہ کا فضل اسی "نسبت اویسیہ" پہ ہے۔ میرے علم میں نہیں ہے کہ کہیں روئے زمین پر کسی دوسرے سلسلے کا کوئی ایسا شخص موجود ہو جو فنافی الرسول ﷺ کرا سکتا ہو یہ میرے علم میں نہیں ہے آپ کو پتہ ہو کسی اور کو پتہ ہو تو ہو سکتا ہے۔ یہ میرے علم میں ہے کہ ایسے لوگ دوسرے سلاسل کے ہیں جو کوئی مراقبات ثلاثہ کرا سکتا ہے کوئی قلب یا لطائف ذاکر کرا دیتا ہے۔ ایسے لوگ ہیں اور الحمدللہ روئے زمین پر کام بھی کر رہے ہیں بلکہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

اب جو پون صدی روس پر بیتی سوشلسٹ عہد کی اور جس میں آذان کہنا بھی منع تھا نماز پڑھنا بھی منع تھا۔ تو انہوں نے پوری کوشش کی کہ جو علاقہ روس کے زیرِ نگیں ہے اُس میں سے کلمہ اسلام مٹ جائے لیکن جب روس ٹوٹا تو ویسے کے ویسے مسلمان نمازی بھی تھے اور تھے تو اُس کی وجہ خود روسیوں نے بھی یہ بتائی کہ ان میں ایک ایسا طبقہ ہے جو ذاکر ہے جو ذکر کرتا ہے وہ زیر زمین چلا گیا اور وہ ذکر کرتے رہے اور دین باقی رہا۔ بظاہر تو ہم نے کسی کو اللہ کا نام لینے نہیں دیا لیکن یہ جو ذاکرین ہیں انہیں ہم روک نہیں سکے۔ تو اور بھی دنیا پہ دوسرے سلاسل کے لوگ بھی ہیں لیکن کم از کم میرے علم میں نہیں ہیں کہ کوئی فنا فی الرسول ﷺ کرا سکتا ہو۔ تو جسے سلسلہ عالیہ میں بیعت ہونا ہے وہ بیعت ہونے سے پہلے یہ سمجھ لیا کرے کہ یہ بیعت تصوف ہے اور ضوابط تصوف کی پابندی کرنا پڑے گی اور طریقے کے مطابق محنت کرنا پڑے گی۔

سوال:- فضول خرچی کی حد کیا ہے؟

جواب:- فضول خرچی کی سادہ سی حد ہے کہ اپنی ضرورتیں اپنی حیثیت سے بڑھا لے تو فضول خرچی ہو جاتی ہے۔ ہر آدمی کی اپنی حد ہے۔ اپنی ضرورتیں پوری کرے اپنی حیثیت کے مطابق۔ اب ایک شخص نے یہاں سے لاہور جانا ہے حیثیت اُس کی ایسی ہے کہ وہ بس پر ہی جائے تو وہ ایک کرایے کی گاڑیاں لے لے اور اُسے دس ہزار روپیہ دے مجھے لاہور پہنچا آؤ تو یہ فضول خرچی بن جائے گی۔ لیکن ایک شخص کی حیثیت ہے کہ وہ اپنی ذاتی گاڑی پہ جاتا ہے تو اُس کے لئے ذاتی گاڑی پہ جانا فضول خرچی نہیں ہوگی کہ وہ اُس کی اپنی حیثیت ہے اُس کے پاس اتنی اوقات ہے تو ہر شخص کی فضول خرچی کی اپنی حد ہے۔ جہاں بھی وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر کوئی کام کرے گا اُس پہ پیسہ خرچ کرے گا تو وہ فضول خرچی ہوگی۔ یا غیر ضروری کاموں پہ خرچ کرے گا وہ فضول خرچی ہوگی۔ ولیمہ کیا ہے شادی میں یہ درست ہے لیکن اُس پر بھانڈ اور کنجر منگوائے اور ناچ گانا ہوا اور اُس پر ہزاروں روپے نچھاور کیے تو یہ تو صاف فضول خرچی بن جائے گی۔ یا ولیمہ کیا اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر کوئی زمین کا ٹکڑا رہن رکھا یا کسی سے اُدھار لیا اور بڑی دھوم دھام سے فضول خرچی ہو جائے گی اپنی حیثیت کے اندر کیا اور اپنی جیب سے کیا اور اپنی حیثیت کے مطابق کیا تو فضول خرچی نہیں ہے۔ تو ہر شخص کی فضول خرچی کی حد اپنی ہے اُس کی حیثیت کے مطابق۔

سوال:- انٹرنیٹ پر ذکر اور دارالعرفان میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

جواب:- دارالعرفان میں اور انٹرنیٹ پہ ایک فرق ہے جو ہوتا ہے مادی قرب کا۔ وجودی طور پر قریب ہونا۔ پھر دارالعرفان مسجد یا زمین کی اپنی برکات ہیں کہ یہاں کس کس نے ذکر کیا' کیسے کیسے لوگ آئے اور کس کس کی برکات یہاں موجود ہیں تو دارالعرفان کی ایک اپنی حیثیت ہے۔ یہاں تو بندہ ذکر نہ کرے مسجد میں آئے تو کیفیت وارد ہو جاتی ہے بلکہ ایسے لوگ جو ذاکر بھی نہیں ہیں سلسلے سے واقف بھی نہیں ہیں کبھی کبھار کہیں اتفاقاً نماز پڑھنے آ جائیں تو وہ بھی بتاتے ہیں کہ جی مسجد میں جائیں تو عجیب سی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ نہ وہ ذاکر ہیں نہ وہ سلسلے میں ہیں اور انٹرنیٹ پہ بھی توجہ پوری ملتی ہے۔ چونکہ براہِ راست ہو رہا ہوتا ہے ذکر لیکن دارالعرفان سے دوسرے درجے میں ہے

سوال:- دوران اعتکاف اجتماعی عمل اور عبادات کی زیادہ اہمیت ہے یا انفرادی اعمال کی؟

جواب:- جس طرح نماز کیلئے اپنا ایک مقام رکھتی ہے اور باجماعت اپنا مقام رکھتی ہے۔ تو کیا اعتکاف میں نماز باجماعت نہ پڑھی جائے گی اسی طرح اجتماعی عبادات کا ایک اپنا مقام ہے اور انفرادی کا ایک اپنا۔ تو اجتماعی اعمال میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

سوال:- گلوبلائزیشن کیا ہے زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اس کے کیا اثرات ہیں؟

جواب:- بھائی یہ بڑا سادہ سی بات ہے ایک زمانہ تھا ہم نے دیکھا ہمارے گاؤں میں ایک شخص ساٹھ ستر سال زندگی گزار کے فوت ہو گیا اُس نے ساتھ کا دوسرا گاؤں نہیں دیکھا ہوا تھا۔ اثر اُس کا یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں آدمی

www.naqshbandiaowaisiah.com

جہاں تک اُس کی معلومات جاتی ہیں وہاں تک کے نیک و بد اثرات قبول کرتا ہے۔ جسے جانتا ہی نہیں جس چیز کو تو اُس کا اثر اُس پہ کیا آئے گا۔ اب یہ جو گلوبلائزیشن ہو گئی ہے یعنی پوری دنیا ایک ''گلوبل ویلج'' بن گئی ہے یا ایک گاؤں کی طرح ہو گئی ہے جیسے گاؤں کے گلی محلے کی بات سارے گاؤں کو پتہ ہوتی ہے اسی طرح دنیا میں کہیں کوئی بات ہوتی ہے تو ساری دنیا اُس سے واقف ہوتی ہے تو اس کا بہت بڑا اثر تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ آوارگی ہر مزاج میں آتی جا رہی ہے چونکہ Overall دنیا میں آوارگی زیادہ ہے فحاشی زیادہ ہے' بے حیائی ہے' پہلے تو کچھ لوگ محفوظ رہتے تھے کہ انہیں باہر کا کوئی علم ہی نہیں ہوتا تھا اب اچھے بھلے شریف گھروں میں بھی بچے انٹرنیٹ پر ٹیلی ویژن پر دنیا کے جو حالات دیکھتے ہیں تو اُس کے ساتھ وہ متاثر ہوتے ہیں۔ کسی میں قوت مدافعت تو رہی نہیں کوئی اللہ اللہ کرتا کوئی محنت کرتا اُس کی اپنی ایک حیثیت ہوتی کسی کا اپنا ذاتی ایک رنگ ہوتو اُس پہ تو دوسرا رنگ کم چڑھتا ہے لیکن جو خود بے رنگ پھرتا ہو تو پھر جو رنگ بھی ملا وہ اُس پہ چڑھ گیا۔ تو اس کا سب سے بڑا اثر جو پڑا ہے وہ انسانی مزاجوں پہ پڑا ہے اور جب مزاج اُس بے حیائی میں رنگے گئے تو پھر اعمال خراب ہوئے اعمال بگڑے تو عقائد بگڑے تو فائدے بھی ہیں کہ مادی فوائد بھی ہیں کہ لوگ اُس پہ گھر بیٹھ کے دنیا میں تجارت کر رہے ہیں یا گھر بیٹھ کے دنیا میں بزنس اور دوسری چیزیں کر رہے ہیں۔ لیکن جہاں تک انسان کی ذات کا تعلق ہے اس لئے کہ Overall ہمیشہ برائی ہی زیادہ ہوتی ہے

وقلیل من عبادی الشکور. شکر گزار بندے تھوڑے ہوتے ہیں تو بُرائی جو ہے اس گلوبلائزیشن سے اور زیادہ تیزی سے اور جلدی سے پھیل رہی ہے۔

سوال:- یہ مسئلہ کہ توجہ نہیں رہتی اور ہر طرف ذہن جاتا ہے؟

جواب:- تو یہ تو چلتا رہتا ہے ایک مجاہدہ ہے۔ عبادات کبھی عادات نہیں بنتیں۔ آپ ساری عمر نماز ادا کرتے ہیں لیکن وہ عادت نہیں بنتی۔ ہر نماز کے لئے اہتمام کرنا پڑتا ہے یا کوئی نہ کوئی جی میں کوتاہی یا سُستی آ ہی جاتی ہے تو وہ عادت نہیں بنتی عادت بن جائے تو پھر تو عبادت نہ رہی۔ تو توجہ ہوتی بھی ہے کسی وقت نہیں بھی رہتی۔ پھر یہ مختلف کیفیات ہوتی ہیں آدمی بعض اوقات تو بالکل اُس میں یکسو ہو جاتا ہے اور بعض اوقات نہیں ہو سکتا' انسان ہے۔ لیکن اگر بالکل باہر دوسری طرف توجہ جائے ہی نہیں اور اُس کے لئے محنت نہ کرنی پڑے تو پھر شاید اُس میں وہ ثواب ہی نہ رہے۔ تو یہ ایک فطری بات ہے کہ ذہن بھٹکتا ہے آدمی کو روکنا پڑتا ہے۔ سادہ سی بات ہے جب کوئی خیال آتا ہے تو اُس کو اُس کے پیچھے نہ چلا جائے اُسے سوچنا نہ شروع کر دیا جائے تو وہ چلا جاتا ہے۔

سوال:- آدابِ شیخ کی تفصیل بیان فرما دیجیے!

جواب:- تو وہ ایک پوری کتاب لکھی گئی ہے آپ لے لیجیے اور پڑھیے۔ اتنی موٹی کتاب ہے اور متقدمین کے حوالے سے ہے اور مشائخ کے حوالے سے ہے آپ لے لیجیے۔ اُس میں آدب کی افادیت اور بے ادبی کے نقصانات بھی ہیں۔ سادہ سی بات ہے کہ حصول برکات کے لئے ادب ایک ذریعہ ہے اور بے ادبی اُس ذریعے کو منقطع کر دیتی ہے۔

سوال:- شیخ کی شخصیت کے بارے میں وسوسے آئیں تو کیا کرے؟

جواب:- تو اس کا علاج وہی ہے کہ اُس پہ غور نہ کیا جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے اگر اُسے آپ سوچنا شروع کر دیں تو وسوسہ تو اللہ کے بارے بھی آ سکتا ہے تو پھر شیخ کیا حیثیت رکھتا ہے!

سوال:- تصویر اُتروانے کے بارے میں رہنمائی فرمائیں جب مذہبی حلقے سخت ہیں۔

جواب:- کون کہتا ہے سخت ہیں آپ کہتے ہیں سخت ہیں' ہر مولوی مجھے اخبار میں نظر آتا ہے۔ پتہ نہیں کون سا سخت ہے۔ جسے ٹی۔ وی پہ موقع ملتا ہے وہ ٹی۔ وی پہ ہوتا ہے اخبار اٹھا لو تو آدھا اخبار مولویوں کی تصویروں سے بھرا ہوتا ہے پھر سخت کہاں ہیں؟ یہ جملہ آپ لوگوں نے یاد کر رکھا ہے مذہبی حلقے سخت ہیں وہی سخت ہیں جن کی کوئی تصویر بناتا نہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

جنہیں کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ جسے رتی برابر بھی اہمیت حاصل ہے اگر کوئی اخباری خبر اُس کی بنتی ہے اُس کیساتھ اُس کی تصویر بھی بڑے اہتمام سے چھپی ہوتی ہے۔

تو یہ جو تصویر کا مسئلہ ہے اس میں ہمارے علماء خواہ مخواہ اس میں کر رہے ہیں دراصل ''تمثیل'' کا لفظ ہے جہاں حرمت ہے اور تمثیل ہوتی ہے ''تھری ڈائیمنشن'' یعنی کوئی جسم ہوتا ہے جسے تمثیل کہتے ہیں۔ اُس کی تین ڈائیمنشن ہوتی ہیں۔ تو بت بنانا یا بت رکھنا کسی بھی چیز کے وہ اُسمیں آتے ہیں۔ علما کی اکثریت جو ہے اُس کی رائے یہ ہے کہ یہ جو حرمت شرعی ہے تمثیل پر ہے۔ چونکہ بیت اللہ میں کسی نے تصویریں نہیں لگائی ہوئی تھیں بت بنا کے رکھے ہوئے تھے یا جس زمانے میں اس کی حرمت وارد ہوئی وہ زمانہ کیمرے کا تھا ہی نہیں۔ تصویر بھی نہیں بنتی تھی اُس زمانے میں ہاتھ سے بھی کوئی نہیں بناتا تھا بلکہ بت ہی بنتے تھے۔ تو علما کا ایک طبقہ تو سرے سے اس طرف گیا ہے کہ یہ حکم جو ہے یہ تمثیل کے لئے ہے اور تمثیل جو ہوتی ہے وہ سہ پہلو ہوتی ہے تھری ڈائیمنشن ہوتی ہے۔ جہاں یہ تصویر جو کیمرے سے بنتی ہے اس کا تعلق ہے تو اسی میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جس میں ایسی تصویر جس میں زندگی کا تصور نہ ہو جیسے نوٹ پر قائداعظم کی تصویر ہے۔ اتنا کٹا پٹا بندہ زندہ نہیں رہ سکتا تو وہ تصویر جس میں زندگی کا تصور نہ ہو وہ تو تصویر شمار ہی نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی کی یہاں تک کی ہے آدھی ہے اس میں اُس حال میں بندہ زندہ نہیں رہ سکتا وہ شرعاً تصویر شمار ہی نہیں ہوتی۔ جو تصویریں سکوں پر لگی ہوتی ہیں۔ جو سکے بنتے ہیں بعض ممالک کے حکمرانوں کی تصویریں اُن پر ہوتی ہیں نوٹ پر ہوتی ہیں تو وہ تصویر یا آپ کے پاسپورٹ پر ہے یا کوئی ''اڈنٹی کارڈ'' (Identity Card) پر ہے تو وہ تصویر کے حکم میں نہیں ہے وہ پاس ہوتا ہے آپ نماز ادا کرتے ہیں پاس ہوتا ہے آپ حج کرتے ہیں پاسپورٹ پاس ہوتا ہے آپ طواف کرتے ہیں اس لئے کہ وہ تصویر کے حکم میں نہیں ہے۔

جب قسطنطنیہ فتح ہوا تو جو مسجد ہے 'ایا صوفیا' یہ پہلے گرجا تھا عیسائیوں کا اور جب مسلمانوں نے فتح کیا تو سوال یہ پیدا ہوا کہ جگہ جگہ انہوں نے فرشتوں کی حضرت مریم کی عیسیٰ علیہ السلام کی پورا وہ منقش تھا تصویریں بنا رکھی تھیں چھت پر دیواروں پر۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اگر یہ ساری تصویریں کُھرچی جاتی ہیں تو سارا حُسن بگڑ جائے گا اس کا۔ تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نے حکم دیا کہ ان کے چہرے جو ہیں اُن پر کوئی رنگ پھیر دو کہ نقش آنکھ ناک کان مٹ جائے درمیان سے تو تصویر نہیں رہے گی باقی لکریں ہی رہ جائیں گی انہیں رہنے دو وہ شاید ابھی تک موجود ہیں۔ اور یہ مذہبی حلقے کوئی مخالف نہیں ہیں یہاں وہ مخالف ہیں جن کی کوئی تصویر بناتا ہی نہیں ورنہ آج کے اخبار بھی میں نے تو نہیں دیکھے دیکھیں گے تو اُس میں ضرور علماء کی تصویریں ہوں گی روز ہوتی ہیں۔

سوال:- یہ بچوں کے کھلونے وغیرہ ہوتے ہیں۔

جواب:- بچے کے کھلونے جو ہیں اُن کی کوئی اہمیت نہیں ہے چونکہ انہیں کوئی بندہ اُن کا کوئی ادب احترام نہیں کرتا۔ اصل یہ مشروط ہے اُن چیزوں سے جن کو پھر ایک جگہ ادب کی یا احترام کی۔ آپ میرا بنا لیتے ہیں کسی سے تو اُس میں ایک یہ آ جائے کہ آپکی بیعت ہے عقیدت ہے اُسمیں ایک احترام کا پہلو آ جائے گا تو وہ بت بن جائے گا۔ ایک بچے کا کھلونا وہ پاؤں سے ٹھوکریں مارتا پھرتا ہے کبھی اُس کے کان مروڑتا ہے کبھی اُس کی ٹانگ مروڑتا ہے کبھی توڑ دیتا ہے تو اُس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

سوال:- بنک فنانسنگ کار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:- ''بنک فنانسنگ کار'' سکیم جو ہے۔ یہ ایسی ہے جیسے آپ قسطوں پر کسی اور سے گاڑی لے لیتے ہیں وہ بنک دیتا ہے یا کوئی دیتا ہے وہ چونکہ اُدھار دیتا ہے اور وہ شروع سے طے کر لیتا ہے کہ آپ کو چھ سال میں یا پانچ سال میں پیسے دینے ہیں اور ہر سال یا ہر مہینے اتنے دینے ہیں تو ظاہر ہے جب وہ ''انوسٹ'' کرے گا تو وہ اُس پہ کچھ زائد لے گا پیسے تو صرف بنک میں نہیں ہے ہماری روزمرہ کی

زندگی میں بھی ہے ٹرک بسیں کاریں یہ شوروم والے بھی اس پہ بیچتے ہیں لوگ ذاتی گاڑیاں بھی بیچتے ہیں تو جو قیمت پہلے طے کرلی جائے کہ آپ کو یہ آٹھ لاکھ دینا ہے آپ نقد خریدتے ہیں تو وہ سات کی ملتی ہے چھ کی مل جاتی ہے آپ اُدھار لے رہے ہیں تو وہ کہتا ہے بھئی میں پیسے تو دو سال یا تین سال میں لوں گا لیکن آٹھ لاکھ لوں گا یہ پہلے سے طے شدہ ہے اضافہ اس پہ نہیں ہوتا اور اگر اُس پہ بھی اضافہ ہو تو سود ہو جائے گا وہ درست نہیں رہے گا۔

سوال :- حصول رزق، اولاد، عمر، تنگ دستی کے لئے دم تعویزات سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کوئی جادو ٹونے سے کم کرسکتا ہے؟

جواب :- یہ اپنی اپنی بات ہے اعتماد کی حصول رزق کے لئے یا حصول صحت کے لئے دم بھی کرے تعویز بھی لے لیکن علاج بھی کرے۔ دم بھی دعا ہے۔ نقش بھی ایک دعا ہے اور دعا عمل کے ساتھ ہوتی ہے۔ عمل کیا جائے اور دعا کی جائے کہ اللہ اُس میں بہتر نتائج پیدا کرے تو تقدیر دو طرح کی ہوتی ہے مبرم اور معلق ۔ مبرم وہ ہے جو فیصلے ہو چکے اُس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ معلق "ہیگنگ ڈیسین"، معلق وہ ہوتی ہے جس کا تعلق آدمی کے کردار سے ہوتا ہے کہ اگر یہ یہ کام کرے گا تو اس پر یہ بلا آئے گی یہ کام کرے گا تو اسے یہ نعمت نصیب ہوگی۔ اب راستہ اُس کے سامنے ہے وہ کیا کرتا ہے۔ تو یہ جو تقدیر معلق ہے اس میں دعا یا نقش یا یہ چیزیں مدد کرتی ہیں اور اللہ کرتا ہے بہتر فیصلے ہوتے ہیں۔ اور یہی طریقہ آسیب وغیرہ سے حفاظت کا بھی ہے اور جادو ٹونا جو ہے یہ بھی "مبرم" پہ تو اثر نہیں کرتا لیکن معلق پہ انسانی ذہن کو خراب کر کے اُس سے ایسے کام کروا سکتا ہے جس کے نتیجے میں اُسے مصیبت دیکھنا پڑتی ہے۔ اور جادو ٹونے کی ایک بنیادی بات ہے وہ بات یاد رکھ لیں۔ جو بندہ ذہنی طور پر ان سے خوف زدہ نہ ہو اُس پر جادو ٹونے اثر نہیں کرتے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔

سوال :- اگر کوئی تلاوت تسبیحات اپنے وقت کے مطابق کرے پھر مصروفیت زیادہ ہو جائے!

جواب :- بھئی! یہ جو مقرر کی جاتی ہیں تسبیحات یا تلاوت یہ کرنی ہی اتنی چاہیں کہ کبھی مصروف زیادہ بھی ہو جائے تو بندہ پوری کرتا رہے۔ زیادہ مقرر کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب اللہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی طرف سے شریعت کی طرف سے کوئی مقرر نہیں تو آپ اپنے اُوپر کیوں مقرر کرتے ہیں؟ پنگا لینے کی ضرورت کیا ہے؟ اپنی طرف سے آپ کیوں ایک مصیبت میں سر ڈالتے ہیں؟ میں تلاوت کرتا ہوں، الحمدللہ صبح شام کرتا ہوں لیکن میں نے تو کبھی مقرر نہیں کی۔ کبھی پارہ پڑھ لیا کبھی تین پڑھ لیے کبھی چار پڑھ لیے کبھی ایک رکوع پڑھ لیا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں صرف ایک آیت پڑھتا ہوں۔ کوئی مصروفیت ہے کہیں جانا ہے ناغہ نہ ہو ایک یا دو یا چند آیات پڑھ لیں اور قرآن کریم رکھ کر چلے گئے۔ اپنے آپ پر ایک خواہ مخواہ پابندی عائد کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ غیر ضروری ہے کہ بندہ خواہ مخواہ اپنے آپ پر مقرر کرے اور پھر اگر مقرر کرتا ہے تو یہ ایک عہد بن جاتا ہے پھر اُسے کوشش کرنی چاہئے کہ اُسے پورا کرے۔

مقرر کرتے وقت پھر یہ دیکھ لے کہ یہ پورا بھی ہوتا رہے گا یا نہیں اور اصل بات یہ ہے کہ یہ معاملہ حساب کتاب کا نہیں ہے یہ تو اللہ جل شانہٗ کی یاد کی بات ہے اس میں مقرر کی کیا ضرورت ہے؟ زیادہ ہو سکے دس پارے بھی دن میں پڑھے جاتے ہیں الحمدللہ میں نے بھی پڑھے ہیں کچھ نہیں ہوتا پڑھے جاتے ہیں فرصت ہو تو لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی دس آیات پڑھ کے قرآن کریم بند کر دیتے ہیں، کہیں جانا ہے بیماری ہے یا کوئی کام ہے مصروفیت ہے تو یہ غنیمت سمجھا جاتا ہے کہ الحمدللہ چلو دن قرآن کریم سے شروع کیا اور جب رات ہوئی دن ختم کیا تو قرآن کریم سے کیا۔ تو اُس کی بڑی نعمت ہے بڑا انعام ہے اُس کا۔ اسی طرح درود شریف چلتے پھرتے پڑھتے رہیں بہت پڑھا گیا بہت ثواب ہوگا اور اُس میں حد مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کریں تو ممکن حد تک اُس کی پابندی کرنی چاہئے جہاں بس سے بات نکل جائے تو پھر وہ اللہ معاف کرنے والا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

سوال :- کسی ساتھی کو مراقبہ کے دوران مسجد نبوی ﷺ میں نبی کریم ﷺ کسی کام کا حکم فرمائیں تو اُس کو اُس کام کے لئے اپنے شیخ سے اجازت لینا ضروری ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب :- بھئی! بات یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی ﷺ نے سارا دین واضح کر دیا اور آپ ﷺ کی دنیوی حیاتِ مبارکہ میں دین مکمل ہو گیا کوئی حکم مراقبے میں نہ صحابہ نے حاصل کیا نہ تابعین نے حاصل کیا نہ تبع تابعین نے حاصل کیا۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کا حکم جو ہے وہ وحی الٰہی ہے اور یہ سلسلہ احکام کا جو ہے وہ مکمل ہو گیا۔ بڑی غنیمت کی بات یہ ہے کہ کسی کو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری نصیب ہو جائے۔ اکثر ''تلوینات ِقلب'' ہوتی ہیں ہم خود یہ سمجھ لیتے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا جا رہا ہے۔ وہ دیا جا رہا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ دینی اُمور میں کوئی نیا حکم نہیں آئے گا سارے آ چکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کا کوئی کام کرنے کا حضور ﷺ حکم دیں تو وہ دین بن جاتا ہے۔ ما ینطق عن الھوٰی ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ o یعنی آپ ﷺ نے جہاد کا حکم دیا تو دین بن گیا۔ آپ ﷺ نے کاروبار کرنے کا حکم دیا تو وہ دین بن گیا۔ جو حکم نبی کریم ﷺ دیتے ہیں وہ دین بن جاتا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ پہلے حکم شرعی موجود ہے لیکن آپ اُس میں تساہل برت رہے ہیں تو برکات نبوی ﷺ سے آپ کے دل میں یہ بات آ جائے ایک آدمی عبادات میں سستی کرتا ہے اور اُسے مراقبے میں سمجھ آئے کہ بھئی سستی نہیں کرنی چاہیے یا محنت کرنی چاہیے تو یہ کوئی نیا حکم تو نہیں ہے یہ تو حکم پہلے سے موجود ہے۔

تو صاحبِ کشف اگر اُس کا کشف شرعی حدود کے اندر ہو تو خود پابند ہے اُس پر عمل کرنے کا جسے کشف ہوتا ہے اُس کا کشف اگر شرعی احکام کے مطابق ہو جیسے میں نے عرض کیا کہ عبادت میں کوتاہی کرتے ہیں یہ شرعی حکم ہے کہ عبادت پوری محنت اور خلوص سے کرو تو اس طرح کا کوئی حکم ملتا ہے جس کا حکم شرعی پہلے موجود ہے بندہ اُس میں کوتاہی کر رہا ہے تو اُس کے لئے کسی کی اجازت کی کیا ضرورت ہے وہ تو اُسے کرنا چاہیے اور اگر کوئی سمجھ آتی ہے کہ حکم کوئی نیا ہے شریعت میں اُس کی کوئی سند موجود نہیں تو یہ سمجھنے کی غلطی ہے اُس بارگاہ عالی ﷺ سے ایسی کوئی بات ارشاد نہیں ہوتی۔

اب ایک اور بات جو اکثر لوگ ظاہر نہیں کرتے ہوتا ہے بعض لوگ مجھے لکھ بھی دیتے ہیں کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں جاتے ہیں تو انہیں نبی کریم ﷺ کی صورت عالی یا آپ ﷺ کے حالات کچھ بدلے ہوئے یا نا مناسب یا غیر موزوں نظر آتے ہیں پریشان ہوتے ہیں کہ کیا بات ہے۔ بات یہ ہوتی ہے کہ ذات اقدس ﷺ آئینہ ہے اگر کوئی منفی تبدیل نظر آتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس بندے میں وہ خامی ہے جو اُسے آئینے سے' جیسے چہرے پہ داغ ہے تو اب آئینہ جو ہے وہ تو بتائے گا کہ چہرے پہ داغ ہے تو اگر اس طرح کی کوئی صورت نظر آئے تو اپنے احوال کا مطالعہ کیا جانا چاہئے کہ کہیں اس میں' کہاں میں کوتاہی کر رہا ہوں۔

سوال :- کیا نبی پاک ﷺ کی اُمت میں تمام مسلم غیر مسلم شامل ہیں؟

جواب :- امت دو طرح کی ہے اُمت دعوت اور امتِ مسلمہ۔ تو آپ ﷺ کی دعوت تمام انسانوں کیلئے ہے۔ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً o تو امتِ دعوت جسے کہیں گے وہ اُس میں مومن کافر سارے جہان کے لوگ جو گزر چکے جو گزریں گے جو گزر رہے ہیں یہ اُس میں شامل ہیں' اُمتِ دعوت میں اور مسلمان امت مسلمہ ہیں جنھوں نے دعوت قبول کی ہے۔

سوال :- جن ظالموں نے نبی پاک ﷺ کی آل پاک کو میدان کربلا میں شہید کیا تھا اُن کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب :- اُن کے بارے میں اللہ حکم دے گا یا نبی کریم ﷺ خود مقدمہ کر دیں گے تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر آپ کا کچھ بگاڑا ہے تو آپ دعویٰ کریں تو یہ ''متنازعہ فیہ'' مسائل ہیں اور ان میں بہت سی توجیہات ہیں سادہ سی بات ہے کہ ہم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حق پر سمجھتے ہیں اور اُن کے قاتلوں کو گنہگار جانتے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

۔اُن کو ظالم مانتے ہیں خطا کار مانتے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کو شہید مانتے ہیں آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ' کا احترام ہے محبت ہے وہ الگ بات ہے۔اب اُس کے لئے حکم کیا ہوگا؟ تو حکم تو وہ دے جو نافذ کر سکے۔ یہ جو فتوے کی بے حرمتی ہو رہی ہے نا کہ فتویٰ دے دیا جاتا ہے اور کوئی اُسے پوچھتا نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ قوتِ نافذہ ہوتی نہیں اور حکم دے دیتے ہیں تو اُس میں شریعت کی بھی توہین ہوتی ہے ایک قوت ہونی چاہئے ایک اُس بات میں ایک طاقت۔ سعودی عرب کے عرب شریف کے علماء نے ایک فتویٰ دیا ہے کل پرسوں عراقیوں کے بارے اور اُس پر عرب کے بیشتر نامور علماء نے دستخط کئے ہیں کہ عراق میں جو لوگ لڑ رہے ہیں یہ جہاد ہے یہ اپنے ملک کا اپنی ریاست کا اور اپنے حقوق کا دفاع کر رہے ہیں اور امریکیوں کو قتل کرنا ثواب ہے جو ظالم ہیں اور ان کا ملک تباہ کر رہے ہیں اور اس معاملے میں اُن سے تعاون کرنا اُن کی مدد کرنا مجاہدین کی یہ سارا جہاد ہے اور امریکیوں کے خلاف کوشش کرنا اُن کی جاسوسی کرنا انہیں مروانا یہ بھی سارا جہاد کا حصہ ہے۔ اور اُس فتوے میں اتنی طاقت ہے کہ میں کل سنتا رہا تو امریکہ کے بڑے بڑے لوگ چیخ رہے ہیں اور چلا رہے ہیں کہ یہ ظلم ہو گیا یہ دہشت گردی کی تائید کر رہے ہیں یہ فلاں کر رہے ہیں یہ ہو رہا ہے یہ ہو رہا ہے۔ تو فتوے میں ایک طاقت ایک جان تھی نا تو اُس کی چیخیں امریکہ سے جا سنائی دیں۔ پھر تو فتویٰ دینے کا فائدہ ہوا۔

یہاں فتوے کا یہ عالم ہے ایک شخص بیوی کو طلاق دے دیتا ہے مفتی صاحب کے پاس آتا ہے کہتا ہے طلاق ہوگئی وہ پھاڑ کے پھینک دیتا ہے ایک اور کے پاس جاتا ہے وہ کہتا ہے وہ اتنے تک چلتا رہتا ہے جب تک کوئی یہ نہیں کہتا طلاق نہیں ہوئی خواہ پیسے لیکر کہے یا کچھ کہے تو ایسے فتوؤں ایسے حکم کا کیا فائدہ یعنی اُس کی مرضی یہ ہوتی ہے کہ کوئی اُسے اُس کی مرضی کا فتوی دے دے۔

اب مجھے کتنے خط آتے ہیں کہ جی میں بنک سے قرضہ لے لوں پھر یہ جائز ہے کہ تم نہیں جانتے سود حرام ہے مجھے اُس میں خواہ مخواہ شامل کرنا ہے تو میں بھی یہی لکھتا ہوں جواب بالکل یہی دو سطروں میں دیتا ہوں کہ آپ کو علم ہے بنک سے سود لینا حرام ہے تو اُن کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ بھی ساتھ شامل ہو جائے شاید یہ جائز ہو جائے گا۔ بھئی! ایک حرام کام میں مجھے بھی آپ شامل کریں تو حلال ہو جائے گا یا میرا بھی نقصان ہوگا۔ تو یہ ہمارا مزاج بن گیا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ پتہ ہوتا ہے یہ گناہ ہے جرم ہے کوئی نہ کہہ دے کہ خیر ہے۔

تو اب یہ شہداء بھی گزر گئے اور قاتل بھی اللہ کے پاس ہیں ہم اُس پہ کیا حکم لگا سکتے ہیں ہمارا جو رشتہ اُن کے ساتھ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اہل بیت کے قاتل جو تھے وہ ظالم تھے انہوں نے غلط کیا اور وہ حق پر تھے وہ شہید ہوئے بات ختم ہوگئی۔

میرا ایک شیعہ ذاکر دوست بھی تھا رشتہ دار بھی دور نزدیک سے تھا تو میں نے ایک دفعہ اُس سے پوچھا تھا کہ یہ تم جاتے ہو مجلسیں پڑھنے اور بڑا شور شرابا کرتے ہو کربلا کا۔ لیکن یار ایک مصیبت ہے ایک پریشانی ہے کہنے لگا وہ کیا۔ میں نے کہا ان کی قریبی رشتہ داری ہے سب کی مرنے والوں کی شہید ہونے والوں کی بھی اور قتل کرنے والوں کی بھی ایک خاندان کے لوگ ہیں۔ رشتہ دار ہیں آپس میں ایک دوسرے کے۔ تو یہ جو خاندانِ نبوی ﷺ ہے ان کی سخاوت بھی بڑی مشہور ہے۔ معاف بھی کر دیتے ہیں تو فردہ قیامت اگر انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے قاتلوں کو معاف کیا تو یہ آپ کا مقدمہ کہاں جائے گا۔ کہنے لگا خطرہ تو ہے' ہو تو سکتا ہے۔ ایسا بھی ہو تو سکتا ہے۔ میں نے کہا پھر تمہاری چیخ دھاڑ کدھر جائے گی کہنے لگا پھر رسوا ہی ہوں گے ہمیں اور کیا جوتے پڑیں گے اور کیا ہوگا۔ تو حق بات یہ ہے کہ ہم صرف اپنا ایک نظریہ رکھ سکتے ہیں حکم نہیں لگا سکتے۔ ہمارے نظریے ہمارے عقیدے کے مطابق قاتل ظالم ہیں خطار کار ہیں مقتول شہید ہیں۔ بات ختم ہوگئی۔

سوال:۔ خودکش حملے کی وضاحت فرمایئے

جواب:۔ یہ جہاں ہو رہی ہے بھائی اُن سے پوچھو۔ یہاں تو اُس کی ضرورت نہیں ہے یہاں تو کوئی ایسے حالات نہیں ہیں کہ خودکشی کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

جائے یا خودکش حملے کئے جائیں پاکستان میں کم ازکم اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اب اگر کوئی فلسطین میں یا عراق میں وہاں کرتا ہے تو ہمیں وہاں کے حالات کا صحیح علم بھی نہیں ہے کہ اُن کے پاس اُس کے علاوہ کوئی شاید دوسرا چارہ نہ ہو یا کوئی ایسی وجہ ہو تو جو علماء نے وہاں جواز کا فتویٰ دیا ہے اُس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے اس لئے کہ ہر جگہ کے حالات ہیں وہاں کے حالات ہمارے علم میں نہیں ہیں۔اب اگر ایک کافرانہ کوشش یا ظالمانہ کوشش ایسی پھیل رہی ہے اور اُس کے مقابلے میں آپ بالکل بے بس ہیں اور سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں تو شاید علماء نے وہ ساری صورت حال دیکھ کر وہاں جواز کا فتویٰ دیا ہوگا۔ یہاں جو ہو رہے ہیں یہ محض مذہبی دشمنی بنا لی گئی ہے حالانکہ مذہب میں دشمنی کا کوئی تصور نہیں ہے۔مذہب میں تو دشمنی نہیں ہے۔انسانی رواداری ہے اگر کوئی کسی دوسرے مذہب پہ چلا جاتا ہے تو وہ انجام پالے گا اور اُس کی اُس کو اجازت ہے جو چاہے عقیدہ رکھے اُس نے اپنا جواب دینا ہے اور اس پہ اُسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔کوئی بالکل مرتد ہو جاتا ہے وہ ذمہ داری بھی حکومت کی ہے اگر وہ پوری نہیں کرتی تو اللہ اُس سے پوچھے گا میری آپ کی نہیں ہے تو یہ امام باڑوں میں اور مساجد میں خودکش حملے کرنا۔پاکستان کی صورت حال ایسی نہیں ہے کہ جہاں خودکش حملوں کی کوئی جواز پیدا ہوتا ہو یہ تو ہمارے سامنے ہے یہاں آپ بیان کر سکتے ہیں۔اخبار میں لکھ سکتے ہیں تقریر کر سکتے ہیں بات کر سکتے ہیں تو ایسی تو کوئی مجبوری نہیں۔تعلیم وتعلم چل رہا ہے مدارس چل رہے ہیں یہاں آپ بیٹھے ہیں میں باتیں کر رہا ہوں۔دین کی بات ہو رہی ہے دین سکھا رہے ہیں ایسی کوئی بات یہاں تو کوئی ایسی صورتحال نہیں ہے اس لئے یہاں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

سوال :-ایک ساتھی نے کہا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے ''مجدد'' تھے۔وضاحت فرمائیں۔

جواب :- یہ ''پہلے'' انہوں نے زائد لگا دیا صرف ''پہلے'' کا لفظ انہوں نے زائد لگا دیا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلسلے کی تجدید فرمائی اور جو رسومات اُس میں آ گئی تھیں اُن کو کانٹ چھانٹ کر اُسے پھر سے صاف کر دیا۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلسلے کی تجدید فرمائی اور جو رسومات اُس میں آگئی تھیں اُن کو کانٹ چھانٹ کر اُسے پھر سے صاف کر دیا۔

سوال :- بعض ساتھی فرماتے ہیں کہ سوال پوچھنا گستاخی ہے۔وضاحت فرمائیے۔

جواب :- نہیں سوال تو ضرور کرنا چاہئے اور کوئی پابندی نہیں ہے سوال کرنے پر اور میں نے تو کبھی محسوس نہیں کیا کہ کسی نے کیوں سوال کیا ہے۔کوئی یہ ضروری بھی نہیں بلکہ میں اکثر سوالات کے بارے میں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے بارے میری معلومات نہیں ہیں تو جو بات میرے علم میں نہ ہو میں تو وہ بھی اقرار کیا کرتا ہوں کہ بھئی یہ میرے علم میں نہیں۔اب بھی بعض چیزوں کے بارے کہا ہے کہ مجھے ان کا علم نہیں ہے۔

سوال :-ایک طرف قرآن میں ہمیں یہ ملتا ہے لا تدرکہ الابصار۔حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ ''فیض الباری'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ستر مرتبہ اللہ کا دیدار کیا۔پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ ''فیض الانعام'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ نے ایک دفعہ اللہ کا دیدار کیا۔اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے بارے لکھا ہے کہ انہوں نے ننانوے دفعہ اللہ کا دیدار کیا۔فیض الباری میں شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ستر مرتبہ آپ نے حضور ﷺ کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

زیارت کی اور امام غزالی رحمتہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں انہوں نے بیداری میں زیارت کی۔ یہ جو روایات ملتی ہیں اس کے بارے میں آپ کا موقف جاننے کا خواستگار ہوں۔

جواب:- دیدارِ باری اس عالم میں جو ہے اس میں علما کی مختلف آرا ہیں۔ جس طرح آپ نے ابھی فرمایا اسی طرح بڑے پائے کے حضرات اس کے خلاف بھی ہیں کہ اس دنیا میں چونکہ لاتدرک الابصار۔ لیکن حق بات تو جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ جتنے لوگوں کو دیدارِ باری ہوتا ہے اور یہ مسئلہ معراج شریف کی بحث میں بھی ہے کہ شبِ معراج نبی کریم ﷺ کو ذات باری کا جمال جو ہے اُس کا دیدار ہوا یا نہیں ہوا۔ تو ایک جملہ حدیث شریف کا اُس کی دو توجیہات یا دو طرح سے پڑھا بھی جاتا ہے کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا نورٌ انّیٰ اراہ' اور بعض کہتے ہیں یہ جملہ اس طرح سے ہے۔ نور لی اوہ' حق بات یہ ہے کہ معراج میں اگر زیارت باری ہو تو اُس میں لاتدرالابصار نہیں آتا چونکہ یہ عالم نہیں ہے یعنی جو الاصبار کے ادراک کی حد مقرر کی گئی ہے اس عالم آب وگل میں ہے ورنہ جب بندہ برزخ میں جاتا ہے تو کافر بھی فرشتوں کو بھی دیکھ لیتا ہے وہ اُس سے سوال کرتے ہیں بات کرتے ہیں جواب دیتا ہے تو وہ عالم دوسرا ہے۔ تو جس طرح آخرت میں دیدارِ باری ہوگا۔ میدان حشر میں جمالِ باری ہوگا بے شمار احادیث اس پہ ہیں۔ اسی طرح اگر اہل اللہ کو اُن کے اپنے اُن مقامات پہ جو قربِ الٰہی کے اُن کو روحانی طور پر نصیب ہیں تو وہاں اگر جمالِ باری نصیب ہوتا ہے تو اُس میں کوئی اشکال نہیں اور ایسا کوئی بھی نہیں ہے جسے یہ برکات یا مقامات حاصل نہ ہوں اور وہ سڑک بازار پہ چلتا کہہ دے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ میرے خیال میں ایسا کوئی نہیں ہے۔ جن لوگوں نے جمال باری کی بات کی ہے وہ سارے صاحب حال اور اُس مقام کے لوگ ہیں یہ اللہ کا احسان ہے اُس میں کوئی اشکال شرعی نہیں آتا۔ کیونکہ یہ جو حدِ بصر ہے یہ اس عالم آب وگل کے لئے ہے اس کے بعد تو کافر پر بھی یہ پابندی نہیں ہے۔ فبصرک الیوم حدید' اس سے گزر جاتا ہے تو پھر ہر آدمی کی نظر جو ہے وہ اور ہو جاتی ہے تو ایک طرح سے یہ جو روحانی منازل یا عالم بالا میں جسے داخلہ نصیب ہو جاتا ہے ایک طرف سے وہ یہ زندگی بھی جی رہا ہوتا ہے اور وہ زندگی بھی جی رہا ہوتا ہے تو یہ باتیں اُس عالم کی ہوتی ہیں۔

میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں یہ نصف صدی الحمدللہ مجھے اس راستے میں ہوگئی اور اللہ کریم کا احسان ہے ایک عظیم شیخ کے واسطے سے اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ بے شمار رسائی بھی نصیب ہے یہ۔ اللہ کا شکر ہے لیکن مجھے ابھی تک دیدارِ باری نہیں ہوا اور اس رمضان میں الحمدللہ میں نے ''کرسی'' کی زیارت کی ہے۔ اب اس پر کسی کو اعتراض ہو تو اُس کی مرضی۔ لیکن وہ اس دنیا کی بات نہیں ہے۔ تو یہ کیفیات نصیب ہوتی ہیں اس پائے کے لوگ ہوتے ہیں وہ اپنی شہرت کے لئے نہیں اظہار تشکر کے لئے کرتے ہیں اور بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں نصیب کچھ نہیں ہوتا لیکن دوسروں پر اپنا وہ رعب جمانے کے لئے یا اپنی شہرت کے لئے اس طرح کے دعوے کرتے رہتے ہیں اور اس کا فیصلہ تو وہ خود ہی کرے گا ہمارے پاس ایک معیار یہ ہے کہ کسی کو ہر وقت بھی جمالِ باری نصیب ہوتا ہے تو ہوتا رہے ہم مکلف اس بات کے ہیں کہ شریعت کے اندر جو کام وہ کرتا ہے وہ اُس کے پیچھے ہم کریں گے اگر کوئی خلافِ شریعت کرتا ہے تو ہم نہیں کریں گے۔

جنت بہت اعلیٰ جگہ ہے اور اُس کے مانگنے کا حکم قرآن میں بھی ہے حدیث میں بھی ہے اُس کی اہمیت میں کم نہیں کر رہا تھا۔ اُس کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے اور یہ کہنے میں بھی کہ وہ شاہی مہمان سرا ہے یہ بھی ایک عظمت ہے کہ اللہ چونکہ بادشاہ ہے ہی وہی لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ اُس کی شان کے مطابق ہے اُس کی نعمتیں اپنی جگہ لیکن یہ بھی حق ہے اور یہی حق ہے کہ سب سے بڑی نعمت دیدار باری ہے جو اہل جنت کو نصیب ہوگا۔ باقی ساری سہولتیں انہیں اُس وساطت سے نصیب ہوں گی کہ انہیں جب یہ نعمت ملنی ہے تو اُن کی رہائش کیسی ہوگی۔ اُن کی ضروریات کیسی ہوں گی۔ ماحول کیسا ہوگا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہم نے دو خانے بانٹ لئے ہیں۔ دین مسجد میں ہے اور بازار میں ہم آزاد ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ اس پر دین ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سیاست میں یا اپنی عملی زندگی میں، دنیا کمانے اور خرچ کرنے میں، دوستی یا دشمنی میں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ۔مگر ایسی بات نہیں ہے زندہ رہنے کے لئے جو طرزِ حیات اپنایا جائے اس کا نام دین ہے۔

اقتباس از ''کنز الطالبین''

تاجران : کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

تعاون

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار، فیصل آباد فون 041-617057-611857

ہم کہاں کھڑے ہیں!

محترم ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم!

بوجوہ مضمون بھیجنے میں تاخیر ہوگئی جس کیلئے نادم ہوں۔ اس دفعہ ایک نئے نام سے لکھ رہی ہوں اور یہ نیا نام حضرت شیخ المکرم کا عطا کردہ ہے اس لئے میرے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔ امید کرتی ہوں احباب اس نئے نام کے ساتھ بھی اسی طرح رشتہ استوار کرلیں گے جس طرح اس سے قبل ہمیشہ احباب نے مجھے عزت بخشی۔ اس لئے اب سے میں آسیہ اسد اعوان کی بجائے ''اُم فاران'' کے قلمی نام کے ساتھ حسب توفیق حاضر ہوتی رہوں گی۔ (انشاء اللہ)

آسیہ اسد اعوان ' راولپنڈی

☆ تحریر۔ اُمِ فاران ☆
راولپنڈی

وقت کی رفتار صدیوں سے یکساں ہے ۔ نہ کسی سے اس کی دشمنی ہے نہ دوستی۔ یہ کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے۔ ہر زبان پہ یہی گلہ ہے کہ وقت میں برکت نہیں رہی۔ سال دنوں کی طرح اور دن لمحوں کی طرح گزرنے لگے ہیں۔ مسلمہ اصول ہے۔ لا الشمسُ ینبغی لھا ان تدرک القمر و لا لیلُ سابقُ النھار (نہ تو سورج ہی سے ہوسکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے) اور گزشتہ عمر کے یہ ماہ وسال اس بات کی حقانیت پہ گواہ ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اک احساسِ زیاں ہے جو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی تہی دامن کے کچوکے لگاتا ہے اور جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو ہم وقت کی بے رحمی کا رونا لے بیٹھتے ہیں۔ آخر کسی کو تو ذمہ دار ٹھہرانا ہے۔

ہر ملک ملک خدا است و ملک خدا ما است کا دعویٰ کرنے والا جلال ہم نے کہاں کھو دیا کہ جس کے سامنے تسخیر کائنات بھی ناممکن نہ تھی۔ مصیبت میں بھی توکل اور سکون قلب سے لبریز جمال ہم سے کس نے چھینا' قلت میں قناعت کی دولت اور فراوانی میں سخاوت کی نعمت کیا ہوئی۔ ہم نے اپنی اصل شناخت کب کہاں کھو دی؟ پھر دل کو گماں ہوتا ہے کہ شاید یہ سارا احساسِ زیاں معاشرے میں پھیلی ابتری کا پھل ہے۔ کہیں دولت کے انبار ہیں مگر مزید کی حرص نہیں جاتی چاہے کسی بھی ذریعے سے حاصل ہو اور بیشتر وہ ہیں جو نان جویں کو ترستے ہیں مگر ان کے پاس دو وقت کی روٹی کمانے کے بھی مواقع نہیں ہیں۔ ہم بے حسی اور جمود کا شکار نااہل لوگوں کا ایک ایسا انبوہ بن چکے ہیں جو جانوروں کے ریوڑ سے مشابہ ہے۔ جس کی نہ کوئی منزل ہے نہ مقصد' بس زندہ رہنا کافی ہے فقط اپنی ذات کی فکر ہے۔ اجتماعیت وانسانیت کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے ایسے میں کبھی کبھی اللہ کی قدرت جوش میں آتی ہے ہمیں ہوش میں لانے کے لئے اور ''سونامی ویو'' جیسی آفات انسانیت پہ نازل ہوتی ہیں۔ کبھی سیلاب' کبھی زلزلے' کبھی جنگیں' کسی نہ کسی روپ میں انسانیت پہ تباہی وبربادی اور موت مسلط کردی جاتی ہے تاکہ بچ رہنے والے عبرت اور نصیحت پکڑیں۔ اپنے علم پہ نازاں اور خدائی علوم سے بیزار رہنے والے جان لیں کہ ان کا علم کس قدر محدود ہے اور اس کی قدرت کس قدر غالب۔ اس بات کا اظہار کرتے ہوئے اس قہار وجبار کے ڈر سے دل لرزاں وترساں بھی ہے مگر اس بے حسی اور بے ضمیری کے ماحول سے مفر بھی نہیں ہے کہ وہ سات ممالک جو اس سیلاب بلا کی زد میں آئے ان کے لئے تو گویا قیامت کا دن وہی تھا لیکن بچ رہنے والے ''نیو ایئر نائٹ''

ہم بے حسی اور جمود کا شکار نااہل لوگوں کا ایک ایسا انبوہ بن چکے ہیں جو جانوروں کے ریوڑ سے مشابہ ہے۔ جس کی کوئی منزل ہے نہ مقصد

منانے میں مگن ہو گئے۔ عیسائی دنیا سے بڑھ کر یہاں لوگوں کا خون جوش مار رہا تھا۔ 31 دسمبر کو 12 بجے کے بعد PTV کو ناچنے گانے والوں اور ان کے مداحوں کے لئے وقف کر دیا گیا۔ چھوٹے شہروں سے نوجوان نسل دوڑ دوڑ کر بڑے شہروں میں جمع ہو گئی کہ کہیں وہ اس گنگا میں ہاتھ دھونے سے محروم نہ رہ جائیں۔

جس طرح ہفتے میں ایک دن پہلا دن ہوتا ہے ہر مہینے میں ہوتا ہے اُسی طرح سال میں ہوتا ہے اس میں ایسی کون سی نئی بات ہے کہ اخلاقیات کا جنازہ اٹھا دیا جائے۔ جب ملک کے حالات نہیں بدلے' غریب کی قسمت نہیں بدلی' ملک میں قانون نام کی کوئی شے نہیں۔ ملک غریب تر ہوتا جا رہا ہے اور لٹیرے امیر ترین۔ نظام تعلیم مشنریوں اور آغا خانیوں کے ہاتھوں ہائی جیک ہو رہا ہے۔ سیاست لوٹوں کا کھیل اور فوج آمریت کا نام بن کر رہ گئی ہے ایسے میں جب کچھ بھی تبدیل نہیں ہوا تو فقط سن تبدیل ہو جانے سے کیا ہوتا ہے یا نئے سال کا آغاز نیک تمناؤں اور نیک دعاؤں سے بھی تو کیا جا سکتا ہے گزشتہ سال کی غلطیوں کا اعادہ نہ کرنے کا عزم کر کے باوقار طریقے سے ذمہ دار قوموں اور باضمیر لوگوں کی طرح۔ لیکن نہ ہماری تعلیم فرد کی صحیح سمت میں راہنمائی کرتی ہے نہ اساتذہ تربیت کا حق ادا کرتے ہیں نہ ہی مُلا ہمیں لٹھ مارنے کے سوا کچھ دے سکا ہے۔ ورنہ ہمارے سال کا آغاز تو سن ہجری سے ہوتا ہے جس کی ہمیں تاریخوں کا بھی علم نہیں ہوتا۔

اس قدر مایوسی ہے ہماری نوجوان نسل میں کہ وہ سکون کی خاطر غیر اخلاقی حرکتوں میں پناہ ڈھونڈتے ہیں خود کو ضائع کر کے اپنے ملک اور معاشرے سے انتقام لیتے ہیں۔ نہیں جانتے وہ اس دیس کا کتنا قیمتی سرمایہ ہیں ان کا ضیاع

اِس قدر مایوسی ہے ہماری نوجوان نسل میں کہ وہ سکون کی خاطر غیر اخلاقی حرکتوں میں پناہ ڈھونڈتے ہیں' خود کو ضائع کر کے اپنے ملک اور معاشرے سے انتقام لیتے ہیں نہیں جانتے وہ اِس دیس کا کتنا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اُن کا ضیاع ہمارا کس قدر بڑا نقصان ہے

ہمارا کس قدر بڑا نقصان ہے۔ کاش کوئی ان کو خبر کر دے اس مٹی کو زرخیزی کیلئے ان کے محنت کے پسینے کی نمو چاہئے۔ ان کی کامیابیاں اس قوم کے محفوظ مستقبل کی ضمانت ہیں وہ نسل جس نے اس ملک کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ ہمیں اس کو جواب دینا ہے۔ یہ آزمائشیں یہ ابتلا انسان کو یاد دلاتے ہیں کہ کوئی قادر المطلق ہے اور یہ کہ یہی سب کل ہمارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اس لئے آج ہمارے پاس وقت ہے خود کو سدھارنے کا اپنے عمل اور ایمان میں مطابقت لانے کا اور وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ ایک مرتبہ نکل جائے تو دوبارہ ہاتھ نہیں آتا۔ وقت کا ضیاع خود اپنے آپ کا ضیاع ہے۔ چند بوندیں پانی کی اگر کسی نے ضائع کیں تو اس سے حساب مانگا جائے گا تو یہ تو ایک انسان اشرف المخلوقات کے ضیاع کا سوال ہے۔ ہم جس قدر خود کو آزاد و خود مختار سمجھتے ہیں اس قدر ہیں نہیں۔ ہم مخلوق ہیں اور کوئی ہمارا خالق ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اتنی نعمتوں سے سرفراز کیا۔ وہ ہم سے کچھ چاہتا بھی ہے اور یہ اس کا حق ہے ہم پہ کہ اس کی قائم کردہ حدود کو نہ توڑیں۔ اس کے باوجود جب ہم نافرمانی کرتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کس برتے پہ اور یہ کہ اپنی بے اعتدالیوں اور من مانیوں کو کس کھاتے میں رکھیں۔

قرآن فرماتا ہے کہ ''آدمی بہت ناسمجھ ہے بڑا ناشکرا ہے۔''

دانائی فقط یہی رہ جاتی ہے کہ وہ جس کی بادشاہت کو زوال نہیں خود کو اسے سونپ دیا جائے تو جیسے ایک قطرہ سمندر میں مل کر سمندر ہو جاتا ہے ہم بھی جزو سے کل ہو جائیں۔ ورنہ تو اس دنیا کے پیمانوں کے مطابق ہم نے عروج پا بھی لیا تو وہ کتنے دن ہمارے کام آئے گا آخر یہیں رہ جائے گا اور کفن سے خالی ہاتھ باہر ہوں گے۔ دنیا کی فلاح کی اتنی سی کہانی ہے کہ جیسے کوئی بچہ کسی خوبصورت سانپ کو دیکھتا ہے جس کی کینچلی چمک دار اور رنگ خوشنما ہوں۔ جس پہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

دھاریاں بڑی پیاری ہوں۔ وہ لپک کر اس کو اٹھالیتا ہے۔ اور اپنی فتح اور خوشی پوری طرح منا بھی نہیں پاتا کہ سانپ اسے ڈس لیتا ہے اور اس کا زہر اسے موت کی نیند سلا دیتا ہے۔ ہم صرف تب فلاح یافتہ ہیں جب اس زہر سے تریاق تیار کرلیں جو اس زہر کے اثر کو ختم کردے۔ گویا دنیا کی نعمتوں کو استعمال میں لایا جائے مگر اس طرح کہ سیڑھی بنا کر دائمی جہان میں اپنی جگہ بنائی جائے۔

انسان کو زندہ رہنے کے لئے منزل ومقصد چاہئے اک سوچ، اک نظریہ درکار ہوتا ہے جسکے مطابق وہ اپنے لئے راستے کا تعین کرتا ہے اور منزل سے قریب تر ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ ہماری منزل فقط حصول دنیا ہے تو یہ گھاٹے کا سودا ہے کہ ان کا ملنا چھن جانا تو دراصل مالک الملک کا سندیسہ ہے کہ کون ہے جو نہیں کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے اور کون ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے اور جس نے اُسے پالیا تو پھر پیچھے رہ ہی کیا گیا مزید پانے کو۔

ایمان سے بڑی دولت اور کوئی نہیں ہے اس کیلئے یقین کامل درکار ہے۔ گو یہ ہر طرح سے دلائل پہ پورا اترنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ وہ سائنس کے قوانین ہوں یا ریاضی کے کلیے، فلسفے کی موشگافیاں ہوں یا شعر وادب کی لن ترانی۔ لیکن حاصل وہی ہے ازل سے جو خود قرآن اعتراض وخامی تلاش کرنے والوں کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ ''ان کی نگاہیں۔ تھک تھک کر ناکام ونامراد لوٹتی ہیں اور وہ اللہ کے کارخانہ قدرت میں کہیں کوئی کجی اور خامی نہیں ڈھونڈھ پاتے۔ یہ سب اپنی جگہ پر لیکن اسلام وہ نظریہ حیات ہے جو صاحب علم ہی کو نہیں ایک گڈریے کو بھی وہ علم وایقان عطا کرتا ہے کہ نیکی وبدی، زندگی وموت اور مابعد الموت تک کا اس کے پاس ایک کامل نظریہ ہوتا ہے، وہ فلسفیوں کی طرح اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں نہیں مارتا۔ اس کا یقین اس قدر پختہ اور راستہ اس قدر واضح ہے کہ جنگل کی تنہائی میں بھی اپنی حدود جانتا ہے اور اس مالک کے مقام سے آگاہ ہے۔

> دانائی فقط یہی رہ جاتی ہے کہ وہ جس کی بادشاہت کو زوال نہیں خود کو اُسے سونپ دیا جائے۔ تو جیسے ایک قطرہ سمندر میں مل کر سمندر ہو جاتا ہے ہم بھی جُز سے کل ہو جائیں۔

اس کا یہ یقین اور اس پہ یہ اطمینان قابلِ رشک ہے۔ علوم فنون کے رسیا لوگوں کے لئے یہ دین تہہ در تہہ ہے، تمام تر جزیات کا حامل ہے اور سادہ دلوں کیلئے انتہائی سہل ہے اور ایسے ہی لوگ تھے اس کے قبیلے کے جو تاریک راہوں میں مارے گئے جن کے اس یقین کی بدولت آج ہم آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں۔ جن کا کوئی نام ونشاں نہیں باقی۔ نہ ان کے احسان، ان کی قربانیوں کا کہیں تذکرہ ملتا ہے لیکن اللہ کے ہاں بھی تو ایک دفتر ہے جس میں سب رقم ہے اور وہ ہرگز نہیں بھلاتا۔

وہ ذوق یقین آج بھی دلوں میں پیدا ہو جائے تو ہم اندرونی وبیرونی ہر سازش کا مقابلہ کرلیں۔ ملک میں پھیلی بدامنی، بلوچستان میں آئے دن سوئی گیس کا جھگڑا، تو وانا آپریشن میں ہزیمت، کہ نہیں جانتے کون کتنا حق پہ ہے آپس میں برسرِ پیکار ہیں، شیعہ سنی فسادات کی زد میں آئے ہوئے شمالی علاقہ جات، کشمیریوں کے محاذ پہ پسپائی تو بھارتی ثقافت کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا، یہ سب کیا ہے؟

کالا باغ ڈیم کو شہ رگ کہنے والے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اور بھارت کا بگلیہار ڈیم تکمیلی مراحل میں ہے جس کے خلاف اب احتجاج کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آپ پیار کی پینگیں بڑھایئے وہ مطلب براری خوب جانتے ہیں۔

دل میں حسرت سی اٹھتی ہے کبھی کہ کوئی کلمہ خیر کا، کوئی خبر ایسی کہ دل کو سکون ہو۔ کب حالات بدلیں گے!!!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

<<<<<<<<<<<<<<<

www.naqshbandiaowaisiah.com

خیمہ بستی سے اسلامی بینکاری تک

اسلامی بینکاری کی کامیابی اور مقبولیت پاکستان کے مسلمانوں کی اسلام سے محبت کا واضح ثبوت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی معیشت کے ساتھ ساتھ دیگر شعبوں مثلاً تعلیم اور عدلیہ وغیرہ میں بھی اسلام کے آفاقی اور ہمہ گیر اصولوں کو اپنا کر قوم کو دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی سے ہمکنار کیا جائے۔

محمد اسلم
(مدیر المرشد)

ملکِ خداداد پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور اس کے قیام کا واحد مقصد ہی نفاذِ اسلام تھا۔ مگر 58 سال کے طویل عرصہ میں زبانی کلامی باتیں ہوتی رہیں' نفاذِ اسلام کے نعرے کو حصولِ اقتدار کا ذریعہ بھی بنایا جاتا رہا مگر اس سلسلہ میں عملی پیش رفت نہ ہو سکی اور کسی بھی شعبہ زندگی میں اسلام کے آفاقی اصولوں کو عملاً اپنانے سے نہ صرف یہ کہ گریز کیا جاتا رہا بلکہ اربابِ اقتدار مختلف تاویلوں اور دلیلوں سے یہ ثابت کرنے پر بھی بضدر ہے کہ اسلام کا نفاذ اس دور میں عملاً ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا تعلیمی شعبہ عدلیہ اور معیشت کافرانہ نظام کے تابع رہی۔ اسلامی معیشت کو اپنانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ کھڑی کی گئی کہ عالمی نظامِ معیشت چونکہ سود پر استوار ہے لہذا دنیا کے ساتھ چلنے کے لئے سود سے نجات ممکن نہیں۔ ضیاء الحق مرحوم کے دور میں اسلامی بینکاری کی جانب کچھ توجہ دی گئی

> **نہ صرف یہ کہ دیندار طبقہ نے بلکہ کاروباری سوچ کے حامل افراد نے بھی اسلامی بینکاری کی خوب پذیرائی کی۔**

لیکن یہ کوشش چونکہ کسی ٹھوس منصوبہ بندی کے بغیر جزوی طور پر تھی اس لئے ناکام رہی۔ جنرل پرویز مشرف کے ابتدائی دورِ حکومت میں تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان نے نفاذِ اسلام کے لئے عملی قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا اور چکوال کے نواح میں خیمہ بستی لگا کر حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ ہم مسلمان ہیں' ہم پر اسلام کا نظام نافذ کیا جائے' ہم کافرانہ نظام کے ساتھ سمجھوتہ کر کے زندگی بسر نہیں کرنا چاہتے۔ مختلف مذہبی جماعتوں کو نفاذِ اسلام کے لئے کی گئی اس عملی کوشش کے لئے میدانِ عمل میں اُترنے کی دعوت دی گئی مگر بدقسمتی سے یہ تلخ حقیقت سامنے آئی کہ اکثر مذہبی جماعتیں صرف اقتدار کی خواہاں ہیں نفاذِ اسلام سے انکو کوئی دلچسپی نہیں۔ خیمہ بستی کے مکینوں کے اس انتہائی اور فیصلہ کن اقدام کا اثر یہ ہوا کہ حکومتِ وقت کو پوری توجہ اور سنجیدگی سے مذاکرات کی میز پر آنا پڑا۔ نفاذِ اسلام کے واضح اور دوٹوک موقف کے جواب میں حکومتی نمائندوں نے اسلامی نظام کے لائحہ عمل اور طریقہ کار کے متعلق سوال کیا تو امیر محمد اکرم اعوان نے اسلامی نظام معیشت کا مکمل ڈھانچہ جس میں تمام تر جزئیات کا احاطہ کیا گیا تھا تحریری صورت

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں میز پر رکھا۔ اُس وقت کے گورنر پنجاب نے اسلامی نظام معیشت کے مکمل خاکہ پر مشتمل تحریری فائل ان ریمارکس کے ساتھ وفاقی حکومت کے حوالے کی کہ "ملک میں معاشی استحکام اور خوشحالی کے لئے ضروری ہے کہ خزانہ کی وزارت الاخوان کے حوالے کر دی جائے"۔ یہ پہلا موقع تھا جب ارباب اقتدار پر اسلامی نظام معیشت کی افادیت اور اہمیت واضح ہوئی بعد میں گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے باعث ملکی اور بین الاقوامی حالات میں پیدا ہونے والی ڈرامائی تبدیلی کی وجہ سے اسلامی معیشت کے لئے جاری کوشش میں پیش رفت نہ ہو سکی مگر ابتدائی کوشش کا کم از کم نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت نے ملک میں اسلامی بینکاری کی اجازت دے دی۔ ابتداً "المیزان" اور "البرکہ" بینک نے بلاسود اسلامی بینکاری کی ابتدا کی' نتیجہ کے طور پر نہ صرف یہ کہ دین دار طبقہ نے بلکہ کاروباری سوچ کے حامل افراد نے بھی اسلامی بینکاری کی خوب پذیرائی کی۔ اس کامیابی اور پذیرائی کو دیکھ کر جلد ہی مسلم کمرشل بنک نے بھی اکتوبر 2003ء کو کراچی میں اسلامی بینکاری کی پہلی شاخ کھول لی۔ عوامی مقبولیت کے باعث یہ سلسلہ وسیع ہوا۔ اس وقت MCB کی اسلامی بینکاری کی پانچ شاخیں قائم ہیں اور MCB کی اسلامی بینکاری کے انچارج شعیب قریشی صاحب کے بقول 2005ء میں دیگر بینکوں کی مزید 15 برانچیں کام شروع کر دیں گی۔ کوئی بھی بینک جب کسی علاقے میں نئی

کوئی بھی بینک جب کسی علاقے میں نئی شاخ کھولتا ہے تو پہلے سال میں وہ شاخ منافع بخش نہیں رہتی مگر ایک اطلاع کے مطابق اسلامی بینکاری کی تمام شاخیں پہلے سال ہی میں انتہائی نفع بخش ثابت ہوئیں۔

شاخ کھولتا ہے تو پہلے سال میں وہ شاخ منافع بخش نہیں رہتی مگر ایک اطلاع کے مطابق اسلامی بینکاری کی تمام شاخیں پہلے سال ہی میں انتہائی نفع بخش ثابت ہوئیں۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ 2003ء کے آخر میں اسلامی بینکاری کے لئے کھولے گئے بنکوں کے کل اثاثے 13 ارب روپے تھے جو 2004ء کے آخیر میں 44 ارب تک پہنچ چکے ہیں اور ان میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان کی بینکاری میں اسلامی بینکاری کا حصہ 1.40 فیصد ہے۔ اس وقت کھاد فیکٹریاں' ٹیکسٹائل ملز' شوگر ملز' ویونگ اور شپ بریکنگ کی صنعتیں اسلامی بینکاری سے فائدہ اٹھا رہی ہیں نیز مکان تعمیر کرنے اور کاریں خریدنے کے لئے اسلامی اصولوں کے تحت بلاسود قرضے بھی دیئے جا رہے ہیں۔

اسلامی بینکاری کی کامیابی اور مقبولیت پاکستان کے مسلمانوں کی اسلام سے محبت کا واضح ثبوت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی معیشت کے ساتھ ساتھ دیگر شعبوں مثلاً تعلیم اور عدلیہ وغیرہ میں بھی اسلام کے آفاقی اور ہمہ گیر اصولوں کو اپنا کر قوم کو دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی سے ہمکنار کیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

جہانِ کربلا

سب جہانوں سے الگ ہے اک جہانِ کربلا
پرچم حق وصداقت درمیانِ کربلا
کربلا ہے خون سے لکھی گئی اک داستاں
ہے وفاؤں کا سمندر ہر جوانِ کربلا
ذات بھی قرباں ہوئی سب کچھ لٹا کر چل دیئے
ثبت ورقِ دہر پر کر کے پیامِ کربلا
سر جھکانے کو فقط اک بارگاہ اک آستاں
جبر کے سینے میں خنجر عاشقانِ کربلا
گلشنِ طیبہ کی کلیاں وہ نبی کے لاڈلے
شانِ حیدر کے امین بنتے ہیں شانِ کربلا
سفر صحرا دھوپ گرمی اور شدت پیاس کی
کسقدر ثابت قدم ہیں غازیانِ کربلا
ننھی جانوں تک کو یہ سب مرحلے درپیش ہیں
کیا انوکھا امتحاں ہے امتحانِ کربلا
گرد میں صدیوں کی دب جائیں گے سارے واقعات
روشنی دیتا رہے گا کاروانِ کربلا

فقیر سیماب اویسی، دارالعرفان

1-3-04

المرشد سے انتخاب

کربلا کی حقیقت

یہ ڈھول بجانے سے مرثیے پڑھنے سے دیگیں پکانے سے بات نہیں بنے گی اس کا مطلب ہے کہ ہم نے اس قربانی کی اہمیت کو سمجھنے کا تکلف ہی نہیں کیا ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ کم از کم اپنے اس ایک وجود کو تو سیدھا کر سکتے ہیں۔ ہم تو یزید نہ بنیں۔ یہاں تو ہر فرد میں کسی میں چھوٹا' کسی میں بڑا یزید چھپا بیٹھا ہے۔ جس کو چند ٹکے کسی کے ملتے ہیں چھین لیتا ہے جس کسی کی عزت قابو آتی ہے لوٹ لیتا ہے۔ تو کربلا ایک سانحہ' ایک واقعہ ہے حادثہ نہیں ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 27-02-04

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی سال کی ابتدا محرم سے ہے تو اس کا اختتام ذوالحج پہ ہوتا ہے اور دوران سال کا کوئی دن بھی ایسا نہیں جس میں جانفروشان اسلام نے احقاق حق کے لئے ظلم وجور وستم کے مقابلے میں جانیں نذر نہ کی ہوں لیکن اس ایک خاص واقعہ کو جسے ہم واقعہ کربلا کے نام سے جانتے ہیں اتنی زیادہ شہرت کیوں ملی کہ ساڑھے تیرہ سو برس بعد بھی اس ایک واقعہ کو خاص طور پر یاد کیا جاتا ہے؟

ہمارے ایک فرقے کی بنیاد ہی اس پر رکھی گئی۔ یہ بھی ایک سبب ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ صرف شیعہ حضرات کی وجہ سے یہ دن یادگار بن گیا بلکہ اسے ہر مسلمان خواہ وہ کسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہو اپنے دل میں' اپنے ذہن میں' تازہ رکھتا ہے۔ ساڑھے تیرہ سو سال کی دراز مدت نے اس پر بہت سے پردے گرا دیئے' بہت سے حقائق جو ہیں وہ وقت کے طوفانوں کی نذر ہو گئے اور وقت کے ریگزاروں میں دب گئے۔ اب ہمارے پاس اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے لخت جگر حضرت حسینؓ اپنے ساتھیوں اور اہل خاندان کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہو گئے اور اہل کوفہ کا وہ لشکر جو یزید کے اور اس کے گورنر کے تابع تھا اس نے انہیں بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ ایک اتنی ٹھوس حقیقت ہے کہ جو ہم کسی بھی مکتبہ فکر کی باتوں کو تلاش کریں تو اس پہ ساری متفق ہو جاتی ہیں۔ اس سے کسی شیعہ کو انکار نہیں' کسی سنی کو انکار نہیں' کسی دیوبندی کو انکار نہیں' کسی بریلوی کو انکار نہیں' کسی اہل حدیث کو انکار نہیں' کسی بھی مکتبہ فکر کو اس حقیقت سے انکار نہیں ہے۔ ایک اہمیت تو اس کی یہ بھی ہے کہ باقی سارے جہاد جو ہوئے ان کی نوعیت اور تھی اور اس کی نوعیت اور تھی۔ یہ کوئی فوج کسی فوج سے نہیں لڑ رہی تھی بلکہ خاندان نبوت ﷺ اولاد نبی ﷺ بغیر کسی لاؤ لشکر کے چند خادموں یا چند ہمراہیوں کے ہمراہ بسوئے کوفہ رواں تھے کہ انہیں اہل کوفہ کے لشکر نے آ گھیرا اور اس تصادم میں بہتر افراد شہید ہوئے۔ جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کی اولاد حضرت حسینؓ کی اولاد' حضرت حسینؓ کی اولاد اور ان کے ساتھ جو رفیق سفر تھے خادم تھے اور فقط ایک بچہ بچ سکا حضرت زین العابدینؒ جو اس وقت سخت بیمار تھے اور بیماری اور بخار کی تیزی کی وجہ سے خیمے سے نکل ہی نہ سکے۔ صرف وہ زندہ بچے مردوں میں سے۔

اس کی تاریخی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ کی اولاد تھی۔ آپ ﷺ کے نواسے تھے' آپ ﷺ کی نواسیاں تھیں' ان کی اولاد تھی' خاندان رسالت مآب ﷺ تھا اور بڑی عجیب بات ہے کہ کسی کافر لشکر نے ان پر یلغار نہیں کی' کسی دشمن طاقت نے انہیں شہید نہیں کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ ان کے خون کے ذمہ دار ہیں وہ بھی اسی نبی آخر الزماں ﷺ کو نبی ماننے کے دعوے دار بھی ہیں'

اسی کے امتی ہونے کے دعوے دار ہیں۔ تو یہ حادثہ دونوں حیثیتوں میں سے بالکل مختلف تھا ایک تو یہ کہ خانوادہ نبوت ﷺ کو تہ تیغ کیا گیا اور دوسری بڑی بات یہ عجیب بات ہے کہ قاتل جو ہیں وہ بھی اسی نبی کا کلمہ پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ دونوں باتیں بھی اپنی جگہ اتنا وزن رکھتی ہیں کہ یہ واقعہ کبھی دلوں سے ذہنوں سے نکل نہ سکے۔

لیکن اس کی حقیقی اہمیت بالکل اور ہے۔ اگر آپ تاریخ اسلامی کو دیکھیں تو نبی کریم ﷺ نے جو اشخاص پیدا فرمائے اور آپ ﷺ کے بعد جب عہدِ خلافت راشدہ آیا تو وہ ایسے لوگ تھے جن کے سامنے رضائے باری تھی اور مخلوق کی بہتری تھی۔ اقتدار کا نشہ نہ تھا۔ تاریخ کوئی ایسا دوسرا بندہ پیش نہیں کر سکتی جو استقامت ابوبکر صدیقؓ نے وصال نبوی ﷺ کے وقت دکھائی اور جن مشکل حالات میں وہ گھر گئے کہ ایک طرف نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا دوسری طرف بہت سے قبائل آمادہ بغاوت ہو گئے' تیسری طرف کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا' چوتھی طرف مسلیمہ کذاب چالیس ہزار کا لشکر جرار لے کر اپنی نبوت کے دعوے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طرف رومن ایمپائر کی فوجیں اسلامی سرحدوں پہ نظر لگائے بیٹھی تھیں۔ یعنی ایسے عجیب حالات پیدا ہو گئے کہ مسلمان تو وصال نبوی ﷺ کے صدمے سے چور ہو گئے۔ کسی کا باپ فوت ہوتا ہے تو اسے کتنا دکھ ہوتا ہے' کسی کا کوئی مرشد' کوئی نیک بندہ کوئی ولی اللہ جس کے ساتھ وہ رہتا ہے اس کا وصال ہوتا ہے تو اس کی حالت کیا ہوتی ہے؟ تو جو لوگ محمد ﷺ کے ساتھ ہر آن رہتے تھے' آپ ﷺ کے وصال پر ان کا حال کیا ہوا ہوگا؟ یہ شاید کوئی دوسرا بندہ ان کے علاوہ سمجھ ہی نہ سکے۔ اب اس عالم غم اور انتہائی پریشانی کے عالم میں اتنی ساری مصیبتیں کھڑی ہو گئیں۔ الحمد للہ اللہ کریم نے

بے کسی اور بے بسی میں مارا جانا' مظلوم ہونا' بھی بڑی بات ہے لیکن قوت واقتدار رکھتے ہوئے طاقت استعمال نہ کرنا اور شہادت قبول کرنا یہ بڑا مشکل کام ہے

ایک ایسا بندہ عطا فرمایا امت کو جس نے نیابت نبوی ﷺ کا حق ادا کر دیا اور بیک وقت سب کو دندان شکن جواب دیا۔ رومنوں کی فوجوں کے لئے نبی کریم ﷺ نے سپاہ تیار فرمائی تھی ابھی وہ روانہ نہیں ہوئی تھی کہ وصال نبوی ﷺ ہو گیا سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اس لشکر کو حکم دیا کہ جو حکم رسول ﷺ کا تھا اس پر عمل کرو اور جاؤ۔ مسلیمہ کذاب کے لئے لشکر ترتیب دیا اور منکرین زکوۃ سے اعلان جنگ کر دیا۔ باغیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ جیسے جرار شخص نے یہ گزارش کی کہ امیر المومنین ہمارے پاس اتنی فوج نہیں ہے کہ ان سب محاذوں پر لڑ سکیں اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' روما کے خلاف لشکر بھیج رہے ہیں تو مسلیمہ کذاب کو موخر کر دیجیے اور اگر اسے موخر نہیں کرتے تو ان باغیوں اور منکرین زکوۃ کو موخر کر دیجیے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا جواب یہ تھا کہ میں اگر مدینہ میں اکیلا رہ جاؤں کہ مجھے خطرہ ہو کہ مجھے جنگل کے بھیڑیے آ کر کھا جائیں گے پھر بھی یہ سارے لشکر روانہ کروں گا پھر بھی میں یہ سارے لشکر روانہ کروں گا اور سب سے مقابلہ ہوگا۔ اور اگر مجھے خود شمشیر بکف ہو کر جانا پڑا میں خود میدان میں جاؤں گا اور اللہ کا احسان ہے کہ وہ سارے لشکر سرفراز وسربلند لوٹے۔ منکرین زکوۃ کا قلع قمع ہو گیا' باغی قبائل کی بغاوت فرد ہو گئی' مسلیمہ کذاب مارا گیا' رومیوں نے اپنا لشکر پیچھے ہٹا لیا اور یوں سیدنا صدیق اکبرؓ نے جو پہلا خطبہ دیا اس میں ایک جملہ فرمایا تھا'' کہ ہر طاقت ور میرے لئے کمزور ہے اور ہر کمزور کو میں طاقت ور جانتا ہوں کوئی طاقت کے زور سے کسی کا حق دبا نہیں سکے گا اور کوئی کمزور کسی ظالم کے ظلم سہنے پر مجبور نہیں ہوگا۔'' یہ وہ بات تھی جو نبی کریم ﷺ نے پیدا فرمائی۔

عہد فاروقؓ آ گیا۔ عہد فاروقؓ میں تاریخ انسانی میں کسی حکمران نے جتنے علاقے فتح کئے ان سب میں سے سب سے زیادہ علاقے فتح ہوئے سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد میں۔ ایک

www.naqshbandiaowaisiah.com

فہرست ہے جس میں سکندر اعظم بھی ہے' جیویر سریز ربھی ہے' دوسرے فاتحین بھی ہیں ایسے لوگ جو فاتحین عالم کہلاتے ہیں۔ وہ بھی ہیں اس تاریخی دستاویز کو آپ دیکھیں تو کسی نے پچاس ہزار میل' کسی نے ایک لاکھ میل علاقے فتح کرلیا کسی نے دو لاکھ مربع میل علاقہ فتح کرلیا کسی نے تین' چھ لاکھ مربع میل تک فاتحین عالم ملتے ہیں۔ ایسے حکمران ملتے ہیں جن کے عہد میں چھ لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔ اب اس سے آگے کوئی نہیں ملتا پھر فاروق اعظمؓ ملتے ہیں جن کے عہد میں چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔

چھ اور چھبیس کا فاصلہ ہے۔ فاتحین عالم میں اور فاروق اعظمؓ میں۔ فاتحین عالم جہاں سے گزرے شہروں کو راکھ کا ڈھیر کر گئے۔ تاتاریوں کے لشکر جہاں سے گزرے ویرانوں میں بھی پانیوں میں زہر اور جنگلی جانوروں کو بھی تیروں سے مارتے چلے گئے۔ انسانی سروں کے مینار بنے' شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔ فاتحین عالم کی داستان کے ایک ایک حرف سے خون ٹپکتا ہے ایک ایک لفظ سے چیخیں ابھرتی ہیں لیکن اس چھبیس لاکھ مربع میل علاقے میں کسی بوڑھے کی کراہ سنائی نہیں دیتی' کسی بیوہ کا آنسو گرتا دکھائی نہیں دیتا' کسی یتیم کی چیخ سنائی نہیں دیتی' صرف فتح نہیں ہوا۔ عدل ہوا اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کافروں کو بھی اگر انصاف ملا تو اسلام کے زیر نگیں آ کر ملا ورنہ ان کے اپنے حکمران انہیں انصاف نہیں دیتے تھے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور آ گیا۔ اس میں فتوحات جاری رہیں انہیں بھی بغاوت سے شہید کیا گیا اور ان کی شہادت کی داستان بھی بڑی المناک ہے۔ ایک ایسا شخص جس کی افواج افریقہ میں برسرپیکار ہیں' چین میں برسرپیکار ہیں' ہسپانیہ میں برسرپیکار ہیں' سلطنت اسلامی دنیا کی بہت بڑی سلطنت' چند سو باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ

حسنین کریمینؓ حضرت عثمانؓ کے دروازے پر پہرے داروں میں تھے جنہیں حضرت علی کرم اللہ وجهه الکریم نے مقرر فرمایا تھا۔

کرلیا اور وہ اپنے کسی خادم کی' کسی سرکاری ملازم کی' کسی فوجی' کسی پولیس والے کو حکم نہیں دیتا کہ ان سے مقابلہ کرو۔ جو اعتراضات انہوں نے کئے وہ تاریخ طبری میں موجود ہیں لیکن طبری ہی میں موجود ہے۔ سیدنا عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی ﷺ میں منبر پر بیٹھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو بلا کر معترضین کو بلا کر انہوں نے اعتراضات کے جواب دیئے اور اس پر اکثر صحابہ نے رائے دی کہ ان سب کو گرفتار کرلیا جائے اور ان کے سر قلم کئے جائیں۔ یہ بغاوت پیدا کر رہے ہیں۔ بے کسی اور بے بسی میں مارا جانا' مظلوم ہونا' بھی بڑی بات ہے لیکن قوت واقتدار رکھتے ہوئے طاقت استعمال نہ کرنا اور شہادت قبول کرنا یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اتنی بڑی سلطنت کا سربراہ۔ حضرت علیؓ بھی اس مشورے میں تھے کہ انہیں نہ چھوڑا جائے اور جب انہوں نے اپنی فوجوں کے پہرے لگانے سے انکار کر دیا تو حسنین کریمینؓ حضرت عثمانؓ کے دروازے پر پہرے داروں میں تھے جنہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مقرر فرمایا تھا کہ باغیوں کو اندر مت گھسنے دینا۔ اور انہیں کہا گیا کہ آپؓ انہیں سزا دیں۔ فرمایا نہیں میں مدینۃ النبی ﷺ میں قتل وغارت نہیں چاہتا۔ میں نے ساری عمر اس امن کے گہوارے کے لئے جستجو کی ہے' تلاش کی ہے' اور اسے بسایا ہے میں اس میں خون نہیں گرا سکتا۔ پھر یہ مشورہ دیا گیا کہ آپؓ حرم نبوی ﷺ سے مدینہ منورہ کے حرم سے باہر تشریف لے جائیں' یہ بھی باہر آ جائیں گے ان سے نبٹ لیجئے۔ فرمایا میں نے ساری عمر آرزو کی ہے کہ نبی ﷺ کی رفاقت رہے۔ میں آپ ﷺ کی رفاقت' آپ ﷺ کا پڑوس' چھوڑ کر باہر کیوں چلا جاؤں؟ شہید ہو گئے۔ اس شہادت کے پیچھے بھی باغیوں کا مقصد یہ تھا اور جو حضرت عثمانؓ نے پورا نہیں ہونے دیا۔ اگر وہ ان دس بارہ سو یا گیارہ سو بندوں کو گرفتار کرا لیتے' قتل کروا دیتے' تو حق پر تھے لیکن اس وقت کسی فرقے کی بنیاد رکھ دی جاتی اور یہ الزام لگا دیا جاتا کہ خلفائے راشدینؓ ظالم تھے جس نے .

اعتراض کیا اس کا سر قلم کرا دیا۔ انہوں نے خلافت بھی چھین لی اور انہوں نے دین بھی خراب کر دیا یہ اس وقت بنیاد رکھ دی جاتی جو بعد میں کربلا میں رکھی گئی۔ وہ طاقت' اقتدار کس لئے تھا؟ اپنی جان کے لئے نہیں تھا' جان اس کے لئے تھی۔ وہ طاقت اللہ کی امانت تھی' خلافت اللہ کی امانت تھی' اقتدار اللہ کی امانت تھا فوجیں اللہ کی تھیں' اپنی حفاظت کے لئے لڑانے کے لئے نہیں تھیں اور اگر وہ اپنی حفاظت کرواتے تو انہیں حق حاصل تھا لیکن نتیجہ جو نکلتا وہ یہ ہوتا کہ وہیں سے ایک فرقہ ضالہ کی بنیاد پڑ جاتی۔ کتنا مشکل ہے کہ دین پر حرف نہ آئے' لاؤ لشکر بھی رہیں اور کم وبیش چالیس دن ان کے گھر کا پانی بند رہا۔ جس نے جب مسلمان مدینہ منورہ آئے تھے تو یہود کے پاس ایک کنواں تھا۔ جس میں پانی تھا اور مسلمانوں کو بہت مہنگا دیتے تھے یا دیتے ہی نہیں تھے۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ہے جو یہودیوں سے کنواں خرید لے اور مسلمانوں کو دے دے اور اس کے بدلے مجھ سے جنت لے لے۔ تو یہی وہ شخص تھا حضرت عثمانؓ جس نے وہ کنواں یہودیوں سے خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا خود اس کے گھر چالیس دن پانی کی بوند نہیں گئی۔ ساری سختیاں برداشت کیں اور بالآخر مظلوم شہید ہو گئے لیکن کسی کو دین پر اعتراض کرنے کا موقع نہیں دیا۔ آسان کام نہیں تھا!

یہی سازش چلتی رہی اور اسی کا شکار حضرت علیؓ ہوئے۔ پہلے آپ ان کے خون کے دعوے دار بن گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ جو سیدنا فاروق اعظمؓ کی طرف سے شام کے گورنر مقرر تھے' عہد عثمانؓ میں بھی گورنر رہے ان کی شہادت پر حضرت علیؓ کی بیعت کر لی گئی خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بنے۔ حضرت امیر معاویہؓ ایک بڑے صوبے کے گورنر تھے تو چونکہ عثمان غنیؓ کے وارث تھے تو انہوں نے خون کا مطالبہ کیا اور ان کا مطالبہ یہ تھا کہ یہ دس گیارہ یا

چالیس دن پانی کی ایک بوند تک نہیں گئی۔ ساری سختیاں برداشت کیں اور بالآخر مظلوم شہید ہو گئے لیکن کسی کو دین پر اعتراض کرنے کا موقع نہیں دیا

بارہ سو جو باغی ہیں ان سب کے سر قلم کئے جائیں۔ اقتدار واختیار حضرت علیؓ کے پاس تھا انہوں نے فرمایا کہ نہیں' جو قاتل ثابت ہوگا اسے سزا دی جائے گی۔ کوئی ایک ہوگا' دو ہوں گے' چار ہوں گے' جس کی ضرب سے آپؓ شہید ہوئے جو قاتل ہوگا اسے سزا دی جائے گی۔ اس پر مقام صفین میں آپؓ روبرو بھی ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ اپنے صوبے کا لشکر تھا' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی تشریف لے گئے لیکن ان لشکروں کا عالم یہ تھا کہ لوگ نماز حضرت علیؓ کے ساتھ پڑھتے تھے اور کھانا حضرت امیر معاویہؓ کے پاس کھاتے تھے۔ بعض صحابہ کا عالم یہ تھا تو کسی نے پوچھا بھئی کہ یہ تو دونوں لشکر مقابلے میں پڑے ہیں آپ نماز ادھر پڑھتے ہیں کھانا ادھر کھاتے ہیں۔ فرمایا نماز وہ مزے کی پڑھاتے ہیں کھانا اس لنگر پہ مزے کا ہوتا ہے۔ پھر بات ہوئی بھئی بات کیا ہے؟ کس بات کا جھگڑا ہے؟ کیا حضرت امیر معاویہؓ خلافت کے منکر ہیں؟ فرمایا نہیں' خلیفہ برحق ہیں' میں آپؓ کا تابعدار ہوں' خلافت کا تو مسئلہ ہی نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ امیر المومنین شہید ہوئے اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے سربراہ کو ظلماً شہید کیا گیا اس بغاوت میں جتنے لوگ ہیں سب کو قتل کیا جائے حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں' جو بات میں کہتا ہوں وہ حق ہے قتل وہی ہوگا جو قاتل ہے۔ بالآخر اسی بات پہ صلح ہو گئی۔ جب صلح ہوئی تو کچھ وہی لوگ جو باغی تھے اور وہاں چھپے ہوئے تھے انہوں نے رات کو حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر پہ حملہ کر دیا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے حملہ سمجھا جائے۔ جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے حکم دیا سپاہیوں کو کہ ہر سپاہی نیزے پہ قرآن اٹھا لے اور قرآن لیکر کھڑے ہو جاؤ دیکھو کون تمہیں قتل کرتا ہے؟ کہ جب قرآن پہ فیصلہ ہو گیا لڑنے کی کیا بات ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا یہ حکم کس نے دیا ہے چنانچہ ایک طبقہ جو لڑائی کروانے والا تھا

www.naqshbandiaowaisiah.com

وہاں سے الگ ہو گیا۔ جنہیں خارجی کے نام سے آپ جانتے ہیں۔ یہ وہی باغی تھے جو خارجی کہلائے اور بعد میں امیر المومنین حضرت علیؓ کیلئے مسئلہ بنے رہے اور آپؓ کی جنگیں ان سے ہوئیں اور انہیں ظالموں کے ہاتھوں حضرت علیؓ شہید ہوئے لیکن صفین میں حضرت علی نے شام کا گورنر حضرت امیر معاویہؓ کو بحال رکھا اور عہد علویؓ میں بھی گورنر شام حضرت امیر معاویہؓ تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ سربراہ خلافت ہوئے تو وہ شورش بڑھتی رہی کوئی چھ مہینے کے بعد آپؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو بلا کر فرمایا کہ چچا یہ حکومت کا جنجال آپ سنبھالیے یہ مجھ سے قابو میں آنیوالا نہیں، وہ خلافت سے دست بردار ہو گئے اور حضرت امیر معاویہؓ امیر المومنین بن گئے۔ کوئی لمبا عرصہ گورنری کے بعد انہیں اقتدار واختیار منتقل ہو گیا۔ اب ان کے بعد ان کے وصال کے بعد ان کا بیٹا یزید باپ کے بعد بیٹا سربراہ مملکت بنا۔ اور اس کو حضرت امیر معاویہؓ نے ولی عہد نامزد بھی کر دیا تھا۔ اکابر صحابہ سے اپنی زندگی میں اس کے لئے عہد بھی لیا تھا لیکن وہ وقت وہ تھا جب قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے لشکر بھیجا اس کا کمانڈر یزید تھا۔ اور یزید کے ماتحت لڑنے والوں میں حسنین کریمینؓ شامل تھے اور یہی یزید تھا کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اس معرکے میں شہید ہوئے تو انہوں نے حکم دیا انہوں نے وصیت کی کہ شہر کے جس قدر قریب ہو سکے قسطنطنیہ کے جتنا قریب ہو سکے مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ لشکر اسلام ان کی میت لے کر شہر پناہ تک گیا شہر کی دیوار تک گیا اور شہر کی دیوار کے ساتھ دفن کر دیا تو قسطنطنیہ والوں نے کہا ہم یہ قبر اکھیڑ کر پھینک دیں گے۔ تو اس پر یزید نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ تم سلطنت اسلامیہ میں تمام

> **ہر سپاہی نیزے پہ قرآن اٹھالے اور قرآن لیکر کھڑا ہو جائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ کون تمہیں قتل کرتا ہے؟**

گرجے گرا دو گے تم اس قبر کو چھیڑ کر دیکھنا۔ تو ریاست اسلامی جو افریقہ سے سائبیریا تک اور چین سے ہسپانیہ تک ہے اس میں کتنے گرجے ہیں کوئی ایک باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ کسی نے اسے چھیڑنے کی جرات نہیں کی قسطنطنیہ پر حملے اس لئے ہوتے رہے کہ نبی کریم ﷺ نے بشارت دی تھی کہ مسلمانوں کا جو لشکر قسطنطنیہ کو فتح کرے گا وہ سارے جنتی ہوں گے لیکن یہ بعد میں آ کر سلطان محمد فاتحؒ کے ہاتھوں فتح ہوا بہر حال ہر مسلمان نے کوشش کی اس بشارت پر۔

تو اس وقت یزید وہ تھا جس کے ماتحت حضرت حسینؓ لڑتے رہے پھر اس یزید سے اتنا شدید تصادم کس بات کی دلیل ہے۔ پھر کیا یزید کربلا میں موجود تھا؟۔ بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی جن میں صحابہ بھی تھے۔ حضرت حسینؓ نے کیوں نہیں کی؟ کیا ریاست کا قانون بدل گیا تھا؟۔ وہی تھا جو خلافت راشدہ سے آ رہا تھا۔ وہی عدالتیں تھیں جو خلافت راشدہ سے آ رہی تھیں۔ وہی آئین ودستور تھا جو عہد نبوی ﷺ سے آ رہا تھا کیا کسی نے قرآن بدل دیا؟ قرآن بھی وہی مانا جا رہا ہے۔ نمازیں بھی وہی تھیں۔ روزے بھی وہی تھے۔ سب کچھ اگر وہی تھا تو کہا یہ جاتا ہے کہ یزید اچھا آدمی تھا پھر بعد میں اس کا کردار خراب ہو گیا۔ تو اس کا ذاتی کردار اگر خراب بھی ہو تو اس کی خرابی سے تو پورے ملک میں اتنی بڑی ریاست میں کوئی فرق پڑنے والا نہیں۔ جب آئین ودستور اسلامی پہ عمل ہو رہا ہے، عدالتیں اسلام کے مطابق فیصلے کر رہی ہیں، قانون سارا شریعت کا اور قرآن کا نافذ ہے تو پھر کیا ہے؟

یزید وہ شخص ہے جس نے پہلی بار اقتدار، فوج، طاقت، حکومت، اپنی سمجھ لی تھی اگر یہ فیصلہ اگر یہ خیال، اگر یہ صورت حال حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں ہوتی تو حضرت حسینؓ انہی سے لڑ چکے ہوتے۔ کم وبیش ایک لاکھ انتیس ہزار سالانہ وظیفہ تھا۔ حضرت حسینؓ کا جو حضرت امیر معاویہؓ انہیں نواسہ رسول سمجھ کر ان کی خدمت کے لئے ادا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی اس پہ اعتراض نہیں کیا وہ تو وصول کرتے رہے کبھی ان

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے ساتھ جنگ کا' تصادم کا خیال تک نہیں آیا۔ جب یزید سربراہِ خلافت ہوا اور نام کو تو امیر المومنین بنا لیکن ایک بہت بڑی تبدیلی آئی کہ اس نے ریاست کو' سلطنت کو' اقتدار کو' اختیار کو' طاقت کو فوج کو' اپنا سمجھ لیا تھا اور یہ پورا جو اسلامی تاریخ کا ایک تسلسل آ رہا تھا۔ اس میں اتنی بڑی تبدیلی تھی جو کسی ایک فرد کے کافر ہو جانے سے کہیں بہت بڑی تھی۔ ایک شخص اگر مرتد بھی ہو جاتا تو اسلام کا کیا بگڑتا؟ اللہ دس بندوں کو اور ہدایت دے دیتا۔ لیکن ایک طرز ریاست جو محمد رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا اس ڈگر سے پوری قوم کو ہٹانے کا' اس ریل گاڑی کو دوسری پٹڑی پر ڈالنے کا کام شروع ہو گیا تھا۔ جسکے آگے حضرت حسینؓ کھڑے ہو گئے وہ ٹرین گزر گئی۔ سارا خانوادہ نبوی ﷺ خاک وخون میں لوٹ گیا' اس کے نیچے کرچی کرچی ہو گیا' لیکن تاریخ کو' زمانے کو' یہ بتا گیا کہ اسلام کیا ہے اور کس کے لئے ہے۔ کسی فرد واحد کی طاقت نہیں' کسی فرد واحد کی حکومت نہیں' کوئی فرعون نہیں مانا جائے گا' کسی فرد کے فیصلے نہیں مانیں جائیں گے۔ سارے فیصلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہوں گے اور سربراہ سلطنت ان کا امین ہو گا' اور ان کی طرف سے فیصلے نافذ کرنا اس کی ذمہ داری ہو گی۔ اپنے فیصلے نافذ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ حقوق انسانی کا مسئلہ تھا۔

غیر مسلموں کو' ذمیوں کو' کافروں کے بھی انسانی حقوق تھے جو متاثر ہوتے تھے۔ یہ انسانیت کے حقوق کا مسئلہ تھا۔ جس کی قیمت حضرت حسینؓ نے چکائی اور ادا کی اور دونوں راستے واضح کر دیئے کہ حق کا راستہ کونسا ہے؟ اور باطل کی بنیاد کہاں سے پڑتی ہے؟ بڑے دکھ کی بات تو یہ ہے کہ ہم نے واقعہ تو یاد رکھا ہمیں دکھ ہوتا ہے چونکہ ہمیں خاندان نبوت ﷺ سے عشق ہے' پیار ہے' محبت ہے لیکن ہم نے کبھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ آخر انہوں نے اتنی بڑی قربانی کیوں دی اور اگر حقوق انسانی کے لئے دی تو کیا میں اور آپ حقوق انسانی غصب تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم دوسروں کے حقوق کے لئے دفاع کرتے ہیں؟ اُن کی مدد کرتے ہیں؟ مظلوم کی مدد کرتے ہیں؟ ظالم کا ہاتھ روکتے ہیں یا ہم بھی ظالم سے وظیفے لے کر اُس کے لئے زندہ باد کے نعرے لگانے والوں میں ہیں!

گذشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ چھپن برس گزر گئے۔ اسلام کے نام پر ہم نے ملک حاصل کیا اور ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہی اسلام بن گیا ہے کہ اسلام نہیں نافذ ہو سکتا یہ بڑا کٹھن کام ہے۔ بھئی کیا مشکل ہے اسلام میں؟ کیوں نافذ نہیں ہو سکتا؟ ایک تو جی معاشی مشکل ہے۔ جی معاشی مشکل یہ ہے کہ سود بند کر دو تو امیر جو امیر تر ہو رہا ہے وہ رُک جائے غریب کو بھی کھانے کو مل جائے گا۔ تو امراء غریب کو کھانے کو دیں تو کل وہ اُن کے گریباں پکڑیں' وہ تو نہیں دیں گے۔ کہتے ہیں یہ غریب' غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے۔ اس لئے اسلام نافذ نہیں ہو سکتا سود ہم بند نہیں کرنا چاہتے۔ اسلام نافذ نہیں ہو سکتا کہ فرد واحد کی مرضی نہیں چلنے دیتا۔ سارے لاؤ لشکر' سارے سرکاری وسائل' ساری فوجیں' ساری حکومت' سارے خزانے' ایک شخص کی حفاظت کے لئے اور اُس کی صوابدید کے لئے ہیں۔ باقی کسی کا کچھ نہیں جو سر اٹھائے اُس کا سر قلم کر دو جو بات کرے اُس کی زبان کاٹ دو۔

میں نہیں کہتا آپ فیصلہ کریں کیا یہ حسینیت ہے یا یزیدیت ہے؟ بڑے بڑے جبہ ودستار اور عمامے باندھے ہوئے عصا اٹھائے ہوئے جو لوگ زندہ باد کے نعرے لگا رہے ہیں یہ کس لشکر میں ہیں؟ کس صف میں کھڑے ہیں؟ اور ہم جو یا تو کوئی مجلس پڑھا کر یا جا کر ماتم کر کے یا گھر میں دیگ پکا کر بے فکر ہو جاتے ہیں کیا ہم نے اُس قربانی کربلا کا حق ادا کر دیا؟ بس اتنی سی بات تھی یہ جو چند مسکینوں میں چاول پکا کر بانٹ دو' یا چند لوگوں کو حلوہ کھلا دو' یا ختم قرآن مجید کے کر دو' یا پھر گلی میں جمع ہو کر شور شرابا کر کے روپیٹ کے گھر چلے جاؤ قصہ ختم ہو گیا۔ کیا یہ مقصد تھا اتنی بڑی عظیم قربانی کا؟ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آقا نامدار ﷺ کے خون کی اہمیت اور عظمت کیا ہے؟

اللہ کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو جوتا پہنتا ہے وہ جوتا ذاکر ہو جاتا ہے اُس کی نس نس سے اللہ کا نام نکلتا ہے' وہ منور ہو جاتا ہے' جو کپڑا پہنتا ہے وہ منور ہو جاتا ہے' جس سواری پہ بیٹھتا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے وہ جانور دنیا کے جانوروں سے سرفراز ہو جاتا ہے' جس زمین پہ قدم رکھتا ہے زمین کا وہ چپہ چپہ دوسری زمین سے اس طرح ہو جاتا ہے جس طرح آسمان پر چاند۔ اور اللہ کا وہ رسول ﷺ جس پر شجر وحجر درود پڑھتے ہیں جس طرف رُخ فرماتے ہیں پتھر بھی صلوۃ والسلام پڑھتے ہیں' درخت بھی صلوۃ والسلام پڑھتے ہیں' اللہ کا وہ رسول ﷺ جس کے در پر فرشتے آتے ہیں تو اندر آنے کی اجازت لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ دنیا سے وصال فرمانے والے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گود میں ہیں اور سر مبارک اُن کے سینہ پاک پر رکھا ہوا ہے۔ حضرت فاطمہؓ صاحبزادی رسول ﷺ جگر گوشہ رسول پاس ہیں اور گلی سے آواز آتی ہے یا رسول اللہ ﷺ اندر آنے کی اجازت ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جھڑک دیا کون ہے؟ دیکھ نہیں رہے ہو اللہ کے رسول ﷺ تکلیف میں ہیں' آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہے' تو کون ہے اجازت لینے والا۔ تو حضور ﷺ فرماتے ہیں بیٹا یہ تیرے باپ کا دروازہ ہے ورنہ یہ کسی سے پوچھ کر نہیں جاتا پوچھنے والا ملک الموت ہے اور یہ تیرے بابا کا دروازہ ہے جہاں سے اجازت لے رہا ہے۔

اب اللہ کے ایسے بندوں کو جو اُس گھر کے باسی ہوں' لب دریا ظلم سے' جور سے' بھوکا پیاسا بے کس بنا کر شہید کر دیا جائے۔ کیا وہ شہید ہوتے؟ اگر بات مان لیتے اور لوگوں نے بھی مان لی تھی وہ بھی بیعت کر لیتے اگر وہ بھی بیعت کر لیتے تو بات یہ ہوتی کہ خیر ہے جو بھی چاہے اور جو چاہے ٹھیک ہے' کلمہ پڑھتا رہے' نماز پڑھتا رہے' بس اسلام کو کوئی خطرہ نہیں' ٹھیک ہے۔ اسلام ذاتی کلمے' نماز' روزے کا نام نہیں ہے اسلام اللہ کی مخلوق کے ساتھ تعلقات کا نام ہے! اللہ کے ساتھ تعلق' اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ تعلق اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ تعلق کا نام اسلام ہے۔ اللہ کے ساتھ ایمان کا اور عبادت کا تعلق ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ایمان اور اطاعت کا تعلق ہے' مخلوق کے ساتھ حق و انصاف کا تعلق ہے! جہاں بھی جو چیز بھی گرے گی اسلام کا ستون گر جائے گا۔ اللہ سے تعلق تو لوگ زبانی دعویٰ کر کے ہی بنا لیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں میں اللہ کو مانتا ہوں۔ اللہ جانے اور ماننے والا جانے۔ کسی کو کیا خبر ہے؟ مانتا ہے نہیں مانتا۔ ہم نمازیں پڑھ لیتے ہیں کیا خبر ہے دل سے پڑھ رہا ہے یا دکھاوے کی پڑھ رہا ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ جیسا حلیہ بنا لیتے ہیں کیا خبر دل سے بنایا' محبت سے بنایا' یا رواجاً بنایا۔ اگرچہ اب عبادتیں بھی کم ہو رہی ہیں' نمازیں بھی چھوٹ رہی ہیں' سنتیں بھی چھوٹ رہی ہیں لیکن پھر بھی اس میں تو کوئی مشکل نہیں لیکن جب معاملہ اللہ کی مخلوق سے آتا ہے تو ہر وہ بندہ جس سے آپ معاملہ کرتے ہیں وہ جج بن جاتا ہے کہ یہ میرے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ اگر اس کو نکال دو تو باقی اسلام کیا بچا؟ یہ وہ بات تھی جسے قائم رکھنے کے لئے نواسہ رسول ﷺ نے پورا خاندان نبوت قربان کر دیا۔ کیا حضرت حسینؓ نے یہ نہ سوچا ہوگا کہ روز حشر آقائے نامدار ﷺ مجھ سے بھی پوچھ بیٹھیں گے کہ تم نے میری بچیوں کو کیوں رُلایا؟ کیوں انہیں صحراؤں کی خاک چھنائی؟ اور تم نے میرے جگر گوشوں کو کیوں نوک سناں پہ چڑھایا؟ تم کون ہوتے ہو؟ مان لیتے تم۔ حضرت حسینؓ کے پاس جواب ہوگا سوائے اس کے کہ دو ہی باتیں تھیں یا خون نبوت بہہ کر یہ لکھ دیتا کہ حق حق ہے اور باطل باطل ہے اور باطل کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور یا ہم باطل کو دندنانے کا موقع دے دیتے۔ قربانی کربلا نے قیامت تک یہ تحریر لکھ دی کہ جو شخص بھی اپنی من مانی کی حکومت کرے گا اُس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ اسلام اُسی کی اطاعت کا حکم دے گا۔ جو اللہ کا قانون نافذ کرے گا' اللہ کے رسول ﷺ کا قانون نافذ کرے گا' اور اللہ کی کتاب کا قانون نافذ کرے گا۔ بڑے بڑے علماء' بڑے بڑے فضلاء' عہد حاضرہ کے بڑے بڑے مجتہد اور دینی رہنما لاکھوں روپوں کے فنڈز تو لے رہے ہیں' کروڑوں روپے تو اسمبلی پہ خرچ ہو رہے ہیں' وردی پہ تو اعتراض ہے' ایل ایف او پہ تو اعتراض ہے' نظام اسلام کے لئے تو کوئی بات بھی نہیں کرتا۔ اور اس میدان کو میدان کربلا سمجھا جائے تو مجھے گن کر بتائیے ملک میں حسینی کتنے ہیں؟ کون سی سیاسی جماعت' کونسی دینی جماعت' کونسے علامہ صاحب' کون ہیں آج حسین کی صف میں!

اور یہ ڈھول بجانے سے' مرثیے پڑھنے سے' دیگیں پکانے سے' بات نہیں بنے گی اس کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

مطلب ہے کہ ہم نے اُس قربانی کی اہمیت کو سمجھنے کا تکلف ہی نہیں کیا۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے کم ازکم اپنے اس ایک وجود کو تو سیدھا کر سکتے ہیں۔ ہم تو یزید نہ بنیں' یہاں تو ہر فرد میں کسی میں چھوٹا' کسی میں بڑا' یزید چھپا بیٹھا ہے! جس کو جو ملتا ہے کسی کا چھین لیتا ہے' جس کسی کی عزت قابو آتی ہے لوٹ لیتا ہے۔ تو کربلا ایک سانحہ' ایک واقعہ ہے' حادثہ نہیں ہے میں یہاں سے سڑک پر نکلتا ہوں گاڑی آتی ہے ٹکر لگتی ہے مر گئے' یہ حادثہ ہے۔ ایک گاڑی کو روکنے کے لئے سینہ تان کے کھڑا ہو جاتا ہوں کہ نہیں گزرنے دوں گا اور وہ اوپر سے گزر جاتی ہے۔ یہ حادثہ نہیں یہ ایک واقعہ ہے۔ اس میں کسی کا کوئی جذبہ ہے' کچھ جذبات ہیں' کوئی بات ہے' کسی چیز نے اُسے کھڑا ہونے پہ مجبور کر دیا' کربلا سانحہ نہیں ہے' حادثہ نہیں ہے' واقعہ ہے عمداً جان بوجھ کر بیعت کر لیتے جھگڑا ختم ہو جاتا کیوں نہیں کی؟ اس لئے نہیں کہ اس عالم میں' اس سوچ کے بندے کی بیعت نہیں کروں گا اگر میں بھی بیعت کر لوں تو قیامت تک لوگ من مانیاں کرنے کا ایک دروازہ کھول دیں گے۔ یہ بات نہیں مانی جائے گی آج اللہ کی کون سنتا ہے' کون نبی علیہ السلام کے فرمان کو مانتا ہے' کون دین کی پرواہ کرتا ہے' اور کون اُسے روکنے والا ہے!

ہاں! بس قوم نے آسان سا راستہ اپنا لیا۔ کسی نے مرثیے پڑھے' کسی نے دوہڑے پڑے' کسی نے سینہ کوبی کر لی' کسی نے دیگ پکا لی' کسی نے حلوہ پکا لیا' کسی نے روزہ رکھ لیا اور عید کی طرح ایک یوم عاشورہ منا کر سارے جنتی ہو کر چلے گئے' ہر کوئی سمجھتا ہے میں نے جنت خرید لی ہے۔ بھئی جنت اُس کی اپنی ہے مفت میں دے اور سب کو دے۔ ہم تو کہتے ہیں سب کو دے کہ اتنی مخلوق نہیں ہے جتنی وسیع اُس کی جنت ہے اور سب کو بے حساب دے۔ پھر بھی اُس کی رحمت ختم نہیں ہوتی۔ اُس کی کوئی حد نہیں ہے۔ دے سب کو دے' ہمیں کیا اعتراض ہے؟ لیکن اُس کا اپنا فیصلہ ہے کہ راستہ ایک ہی ہے جو محمد رسول علیہ السلام کے قدموں سے ہو کر گزرتا ہے۔ آپ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کر کے آؤ گے تو پھر جنت کا راستہ نہیں پاؤ گے۔ غلامی اور اطاعت کا ایک ہی راستہ ہے۔

میرے بھائی! محرم تو ہر سال آتا ہے۔ ہنگامے بھی ہر سال ہوتے ہیں لیکن کیا کوئی ایسا سال بھی آئے گا' جو نتیجہ خیز بھی ہوگا۔ کسی تبدیلی کا سبب بھی بنے گا۔ ایک بات آپ کو میں بتا دوں کہ ایسا سال ضرور آئے گا اور جگہ جگہ کربلائیں سجیں گی اور بڑا خون بہے گا۔ حق غالب آئے گا اور باطل کو منہ کی کھانی پڑے گی یہ طے ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہوگا اب کون کس طرف ہے یہ ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم کس صف میں ہیں۔

حسن نثار نے ایک شعر کہا تھا کہ

میرا حسینؓ ابھی کربلا نہیں پہنچا
میں حر میں اور لشکر یزید میں ہوں

حضرت حُرؓ عین کربلا میں کوفیوں کا لشکر چھوڑ کر حضرت حسینؓ کے ساتھ شامل ہو گئے اور اُنکے ساتھ شہید ہو گئے۔ تو اُس نے کہا میں حُر ہوں مگر لشکر یزید میں ہوں۔ تو میں نے ایک شعر کہا تھا۔

میرا حسینؓ سدا کربلا میں رہتا ہے

کربلا کوئی ایسا واقعہ نہیں کہ یہ تو ہر لمحہ بپا ہے۔ ہر ہر لمحہ زندگی کا کربلا ہے کہ آپ کس طرف جا رہے ہیں؟

میرا حسینؓ سدا کربلا میں رہتا ہے
میں حُر ہوں کسی یزید کا غلام نہیں

تو محترم یہ چونکہ سارے احباب لکھتے ہیں۔ شاید اگلے دن میں نے بھی کچھ لکھا تھا چلو اسی پہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اسے مرثیہ پڑھیں' مدح پڑھیں' اسے تاریخ پڑھیں' ثنا پڑھیں' تاریخ سمجھیں' جو بھی ہے اس پہ بات کو ختم کرتے ہیں کہ

ظلمت شب بڑھتی ہی جاتی ہے الٰہی
ہو کرم تیرا اب تو ہمیں صبح جلی دے
پُر خار ہوا چاہتا ہے ہر سروِ من تک
مہکے گا گلستان جو طیبہ کی کلی دے
مالی تھے کبھی آج وہ گلچین ہوئے ہیں
اس دیس میں اب ایک مدینہ کی گلی دے
اس عہد کے فرعون وہ فرعون نہیں ہیں
چاہیے نہ عصا یہاں تو صرف ایک ڈلی دے
ہر روپ میں ہر سمت ہی اک کرب وبلا ہے
اس آس پہ زندہ ہیں کہ اب پاس ولی دے
ہے لشکر کوئی تو آمادہ پیکار
دے ہم کو خدایا تو حسینؓ ابن علیؓ دے
تو اللہ اس قوم کو ایک حسینؓ دے دے

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

من مانی

نقارہ

ضمیر حیدر

تاریخ سُنی سنائی باتوں کے مجموعہ کا نام ہے تو سچ اور جھوٹ کی آمیزش یقینی ہے!

روایات‘ واقعات اور رسومات میں الجھ جانے کی بجائے ’’کربلا‘‘ کو مشعلِ راہ بنالیتے تو ہم ذلت اور تباہی سے کبھی دوچار نہ ہوتے۔ حادثہ تھا نہ دس دنوں کا فسانہ‘ کربلا بپا ہے‘ میدان سجا ہے‘ حسینؓ زندہ ہے‘ مرا یزید بھی نہیں ہے! حسینؓ ایک نظریہ تھا جو سدا زندہ رہے گا‘ یزید ایک رویہ تھا جو کبھی نہ بدلے گا۔ حق اور باطل کا تصادم ازل سے ہے‘ تا ابد رہے گا۔ دیکھنا یہ ہے ہم کس کے ساتھ ہیں؟ حسینؓ کے نظریہ سے وابستہ ہیں یا یزید کے رویہ سے سمجھوتہ کر چکے؟ تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو متضاد روایات کے انبوہ کثیر سے سوائے الجھن کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ساڑھے تیرہ سو سال کی دراز مدت نے کربلا کے اصل واقعہ پر بے شمار پردے گرا دیئے اور بہت سے حقائق وقت کے طوفانوں کی نذر ہو گئے‘ متفق علیہ اور ٹھوس حقیقت یہ ہے کہ یزید کے تابع کوفی لشکر نے خاندان نبوت کو کربلا کے میدان میں انتہائی بے دردی اور سفاکی سے شہید کر دیا۔ عجیب تر اور حیرت انگیز بات یہ کہ چمنستانِ نبوت کو بے دردی سے اُجاڑنے والے مسلمان ہونے کے دعوے دار بھی تھے!

سوال پیدا ہوتا ہے یزید کی حضرت حسینؓ سے دشمنی کیا تھی؟ وہ کیا محرکات تھے جو اس عظیم شہادت کا سبب بنے؟ رائج الوقت زبان میں‘ فقط اتنی سی بات تھی کہ ’’نواسہ رسولؐ نے یزید کو ووٹ دینے سے انکار کر دیا تھا‘‘ البتہ اس انکار میں اتنی قوت اور استقامت تھی کہ روئے زمین کے مقدس ترین خون کو خاکِ کربلا میں جذب ہونے دیا مگر اپنے اصولی موقف سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹے! اعتدال پسندی مومن کی بنیادی صفت ہے۔ کربلا کے اعتدال پسند شہید نے سمجھوتے کا دروازہ کھلا رکھا مگر یزید کو امیر المومنین تسلیم نہ کرنے کا فیصلہ اٹل تھا‘ بے لچک اور غیر متزلزل......!

تاریخی حقائق کو مدنظر رکھا جائے تو ایک نئی الجھن کھڑی ہو جاتی ہے۔ ایک بھاری اکثریت یزید کو خلیفہ تسلیم کر چکی تھی جس میں بعض اکابر صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے‘ اسلامی نظام بھی پورے کا پورا نافذ تھا‘ آئین و دستور وہی تھا جو خلافتِ راشدہ سے چلا آ رہا تھا‘ قرآن بھی اصل حالت میں موجود تھا‘ نمازیں پڑھی جا رہی تھیں‘ روزے رکھے جا رہے تھے‘ حضرت حسینؓ کا یزید سے ذاتی تعلق اور قرابت داری بھی تھی‘ وہ آپؓ کو کسی بھی طرح کا حکومتی عہدہ دینے پر پوری طرح رضا مند بھی تھا‘ اس کے باوجود خاندانِ نبوت کا سربراہؓ یزید کو ووٹ نہ دینے پر اتنا مُصر اور بضد رہا______ آخر کیوں؟

یہ ’’کیوں‘‘ اتنی اہم ہے کہ تمام تر واقعہ کربلا اس ’’کیوں‘‘ میں سمٹ کر رہ جاتا ہے‘ کربلا کا راز اس میں مضمر ہے‘ اس کو سمجھے بغیر قربانی حسینؓ کی اہمیت واضح ہو ہی نہیں سکتی نہ کربلا میں داخلہ ممکن ہے!

بہت اہم سوال ہے‘ حساس تر اور نازک ترین ’’لغت ہائے حجازی کے قارون‘‘ الجھن پیدا کریں گے‘ ’’اقبال کے قلندر‘‘ کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔

’’حضور! نواسہ رسولؐ نے یزید کی بیعت کیوں نہیں کی‘‘۔؟

مختصر جواب ملا۔ ’’یزید نے امورِ سلطنت میں من مانی شروع کر دی تھی‘‘۔

اتنا معمولی جرم اور اس قدر عظیم قربانی......!

’’نادان! محمد رسول اللہ ﷺ کے نظامِ حکومت میں من مانی معمولی جرم نہیں ہے۔‘‘

شرم سے سر جھک جاتا ہے‘ اپنی منافقت پہ رونا آتا ہے۔ من مانی اگر معمولی جرم نہیں ہے تو گذشتہ ۵۸ سال سے ہم کیا کر رہے ہیں؟ کون ہے اس ملک میں جو من مانی نہیں کرتا؟ حکومتوں کا تو خیر ذکر ہی کیا‘ جبہ و دستار خطرے میں ہیں! جس کی جتنی بساط ہے من مانی میں مگن ہے۔ کس قدر سیاہ بخت ہے وہ اسلامی ریاست من مانی جس کا قومی رویہ بن چکا ہو!

کانفرنسیں سجانے سے کچھ نہیں ہوگا‘ کھوکھلے نعروں سے بات نہیں بنے گی‘ عقیدت کے دعوے بے اثر رہیں گے‘ رسومات کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوتیں۔ حسین سے محبت ہے‘ کربلا میں داخل ہونا ہے تو من مانی روکنی پڑے گی! مگر ۱۴ کروڑ آبادی من مانی سے کیسے رک سکتی ہے؟ آسان ترین حل ہے ’’جس دن اس ملک کا سربراہ من مانی سے رک جائے گا‘ نیچے کسی کو بھی من مانی کی جرات نہ ہوگی۔‘‘

بہت بھاری پتھر ہے‘ آسان کام نہیں ہے اگر نہ ہو سکے تو ’’مگرمچھ‘‘ کے آنسو بہانے کی بجائے آؤ کم از کم یہ اعتراف تو کر لیں کہ

میرا حسینؓ ابھی کربلا نہیں پہنچا
میں حُر ہوں اور لشکرِ یزید میں ہوں

بشکریہ ’’روزنامہ اوصاف‘‘

مندرجہ ذیل قربانیاں احباب کی طرف سے دارالعرفان منارہ میں کی گئیں

1-رسول اللہ ﷺ		2عدد	31-محمد عثمان	برطانیہ	1عدد
2-حضرت استاذ المکرم رحمتہ اللہ		1عدد	32-حمزہ بلال	برطانیہ	1عدد
3-حافظ عبدالرزاق صاحب	چکوال	1عدد	33-ملک طفیل احمد	امریکہ	1عدد
4-ضمیر اعوان	برطانیہ	1عدد	34-ڈاکٹر ظہور الحق	امریکہ	1عدد
5-عتیق الرحمان	برطانیہ	1عدد	35-فیض احمد	کینیڈا	1عدد
6-حبیب عالم	برطانیہ	1عدد	36-عفیفہ خان	لاہور	2عدد
7-تعظیم اختر	برطانیہ	1عدد	37-ڈاکٹر خورشید شفیع	لاہور	1عدد
8-طاہر احمد	برطانیہ	1عدد	38-فائزہ شوکت	لاہور	1عدد
9-انجم بشیر	برطانیہ	1عدد	39-خدیجہ رئیس خان	لاہور	1عدد
10-نورین کوثر	برطانیہ	1عدد	40-زاہدہ گیلانی	لاہور	1عدد
11-حسان احمد	برطانیہ	1عدد	41-ملیحہ وحید	لاہور	1عدد
12-محمد ایوب	برطانیہ	1عدد	42-رعنا خان	لاہور	1عدد
13-ممتاز ریاض	برطانیہ	1عدد	43-رابعہ طاہر	لاہور	1عدد
14-شبنم ناز	برطانیہ	1عدد	44-طاہرہ جاوید	لاہور	1عدد
15-محمد محمود	برطانیہ	1عدد	45-تہمینہ حسین	لاہور	1عدد
16-شاہ نواز خالد	برطانیہ	1عدد	46-میجر مظہر	لاہور	4عدد
17-جہانگیر حسین	برطانیہ	1عدد	47-ارشد علی	لاہور	7عدد
18-ثریا بی بی	برطانیہ	1عدد	48-ملک احمد نواز	دالعرفان	2عدد
19-سلیمان بیگ	برطانیہ	1عدد			
20-صائقہ کوثر	برطانیہ	1عدد			
21-محمد خالد	برطانیہ	1عدد			
22-نصرت خالد	برطانیہ	1عدد			
23-کاشف حق	برطانیہ	1عدد			
24-افتخار احمد	برطانیہ	1عدد			
25-ڈاکٹر شعیب قیوم	برطانیہ	1عدد			
26-فضل حق	برطانیہ	1عدد			
27-کلثوم حق	برطانیہ	1عدد			
28-محمد ریاض	برطانیہ	1عدد			
29-زبینہ ناز	برطانیہ	1عدد			
30-یاسمین ریاض	برطانیہ	1عدد			

دارالعرفان میں ذاتی ملا کر 69 قربانیاں کی گئیں۔
اللہ کریم قبول فرمائے اور تمام احباب کو اپنی رحمت سے نوازے۔ آمین

امیر محمد اکرم اعوان

26-01-2005

26-1-05